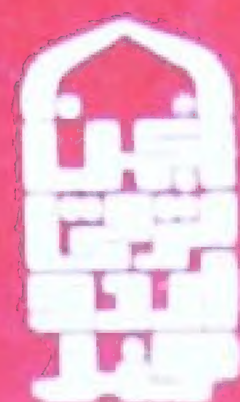
مثنوی اسرارِ محبّت

مصنّفہ

نواب محبّت خاں

مرتّبہ

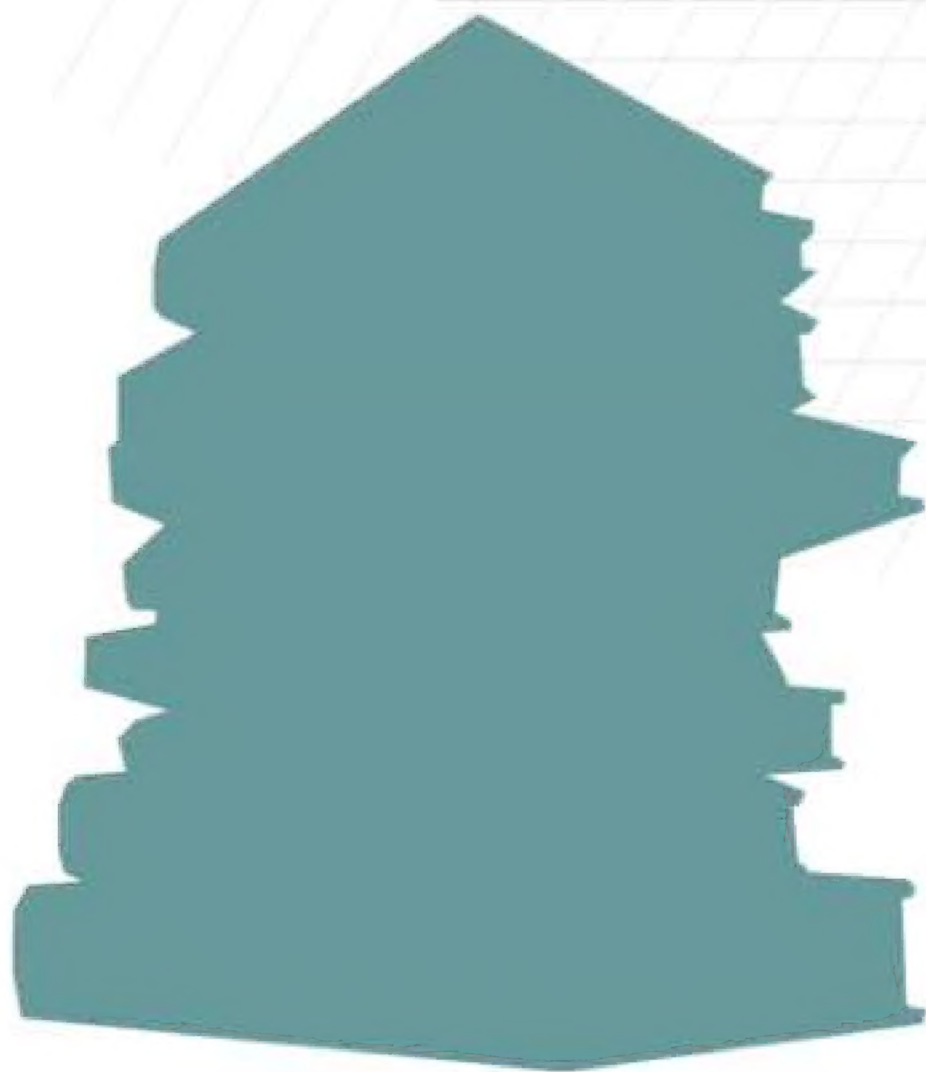
ڈاکٹر نسیم احمد



انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ



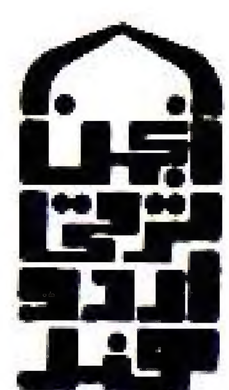
مثنوی اسرارِ محبّت

مصنّفہ

نواب محبّت خاں

مرتّبہ

ڈاکٹر نسیم احمد



انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی

سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اُردو (ہند) ۱۴۵۳

سنہِ اشاعت : ——— ۱۹۹۶ء

قیمت : ——— ۵۰ (پچاس) روپے

بہ اہتمام : ——— ایم۔ حبیب خاں

طباعت : ——— ثمر آفسٹ پرنٹرز، نئی دہلی

ISBN-81-7160-074-3

ANJUMAN TARAQQI URDU (HIND)
URDU GHAR : 212 ROUSE AVENUE
NEW DELHI-110002

فہرست

حرف آغاز

نواب محبت خاں صاحبزادے تھے حافظ رحمت خاں والیٔ روہیل کھنڈ کے۔ وہ صاحبِ سیف ہی نہیں، صاحبِ قلم بھی تھے۔ اپنے عہد کے اردو کے صفِ دوم کے اچھے شاعروں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ محبت صرف شاعر ہی نہیں تھے، شاعروں کے قدرداں بھی تھے۔ جعفر علی خاں حسرت کے شاگرد تھے۔ صاحبِ علم تھے۔ بقول سید لطیف حسین ادیب محبت کا کلیات لندن کی انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس کلیات میں اردو کے علاوہ فارسی، عربی اور پشتو کلام بھی شامل ہے۔ محبت بنیادی طور پر غزل گو تھے۔ انھوں نے اپنا اردو دیوان مرتب کیا تھا۔ لیکن اردو میں ان کی شہرت "مثنوی اسرارِ محبت" کی وجہ سے ہے۔ جس میں بہت صاف سادہ زبان میں سسی پنو کی داستان بیان کی گئی ہے۔ یہ مثنوی کم سے کم دو بار شائع ہو چکی ہے۔ اس مثنوی کے قلمی نسخے رضا لائبریری رام پور، سرسالار جنگ میوزیم حیدرآباد، پنجاب یونیورسٹی لاہور اور انجمن ترقی اردو کراچی اور ایشیاٹک سوسائٹی کلکتے کی لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔ نسیم صاحب نے پنجاب یونیورسٹی لاہور، ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ اور انجمن ترقی اردو کراچی کے مخطوطات کی مدد سے یہ متن مرتب کیا ہے۔ مقدمے کے شروع میں نواب محبت خاں کے مختصر سوانح پیش کیے گئے ہیں۔ مقدمے کی خوبی یہ ہے کہ اس میں بیجا طوالت سے کام نہیں لیا گیا۔ محبت خاں اور مثنوی کے متن کے بارے میں جو اہم معلومات فراہم کی جانی چاہیے تھیں وہ انتہائی اختصار کے ساتھ پیش کر دی گئی ہیں۔ آخر میں متنی تنقید کے اہم اصول کے بارے میں کچھ عرض کرنا ہے۔ نسیم صاحب نے بیت السلطنت لکھنؤ سے شائع ہونے والے نسخے کے متن سے بھی اختلافات

نسخ پیش کیے ہیں۔ جب کہ اس نسخے کے بارے میں خود ان کا قول ہے کہ

"جہاں تک صحتِ متن و املا کا تعلق ہے اِسے غلط نویسی کا ایک
مثالی نمونہ اور کسی محرف قلمی نسخے کا نمایندہ کہا جا سکتا ہے۔"

کیا اس صورت میں اختلافات نسخ درج کرنے میں اس نسخے کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔ میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے۔

ڈاکٹر نسیم احمد نے یہ متن بڑی محنت اور سلیقے سے مرتب کیا ہے۔

خلیق انجم

مقدمہ

نواب محبت خاں، اٹھارہویں صدی عیسوی کی معروف سیاسی شخصیت، جاں باز روہیلہ سردار، اور اودھ کے فرماں روا نواب شجاع الدولہ کے حریف نواب حافظ الملک حافظ رحمت خاں بہادر نصیر جنگ (متوفی ۲۳ر اپریل ۱۷۷۴ء) والی روہیل کھنڈ کے فرزند ارجمند تھے۔ انھیں اردو کی شہرۂ آفاق مثنوی "سحر البیان" کے مصنف میر حسن کا معاصر اور سودا، میر اور درد جیسے عظیم المرتبت شاعروں کا خُرد ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ ایک اندازے کے مطابق سنہ ۱۱۶۵ھ / ۱۷۵۰ء میں بریلی میں پیدا ہوئے وہیں پلے بڑھے اور تعلیم و تربیت پائی۔

نواب حافظ رحمت خاں ۱۱ر صفر ۱۱۸۸ھ / ۲۳ر اپریل ۱۷۷۴ء کو نواب شجاع الدولہ کے خلاف کٹیھر کی جنگ میں شہید ہوئے[1] "گل رحمت" کے مولف سعادت یار خاں نبیرۂ حافظ رحمت خاں کے بیان کے مطابق والد کی شہادت کے وقت محبت خاں کی عمر چوبیس برس تھی پینتیس برس مزید زمانے کے گرم و سرد جھیل کر اُنسٹھ برس کی عمر میں ۱۶ر صفر ۱۲۲۳ھ / ۱۸۰۸ء کو اس دارِ فانی سے کوچ کیا لکھنؤ ہی کے محلہ کشور گنج میں وزیر باغ سے متصل سپردِ خاک ہوئے[2] جرأت نے قطعۂ ذیل میں ان کی موت پر اظہار تاسف کیا اور اس کے آخری مصرعے "کیا ہے خاک اب بے محبت زندگی" سے سنہ وفات ۱۲۲۳ھ برآمد کیا۔ مکمل قطعہ یہ ہے:

سخت بے دردی ہے جینا اس بغیر
اب وبالِ جاں ہے جرأت زندگی

مصرعِ تاریخ ہے بہ حسبِ حال
کیا ہے خاک اب بے محبت زندگی

ایک اور معاصر و ممتاز شاعر اور مشہور تذکرہ نگار مصحفی[۲۲۳] نے از راہِ ارادت درج ذیل قطعہ سالِ وفات نظم کیا۔

چو مشاق کہن نواب جمجاہ
قضا را گشتہ برخوان قضا حیف
بجستم از خرد تاریخ سالش
ہمیں گفتا "محبت خاں کجا حیف"
۱۲۲۳ھ

اِن معاصر اور معتبر شواہد کے برخلاف "حیاتِ حافظ رحمت خاں" کے مصنف جناب الطاف علی بریلوی نے محبت خاں کی تاریخ وفات ۱۳ر صفر ۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء لکھی ہے جو کسی سہو کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے [۳]

کٹھیر کی جنگ (۱۱ر صفر ۱۱۸۸ھ / ۲۳ر اپریل ۱۷۷۴ء) میں نواب حافظ رحمت خاں کی شہادت کے بعد ان کے اور دوندے خاں کے اہل خاندان و متعلقین کو نواب شجاع الدولہ کے حکم سے گرفتار کر کے الٰہ آباد کے قلعہ میں لے جا کر قید کر دیا گیا [۴] حافظ رحمت خاں کے دو بیٹوں ارادت خاں (متوفی ۱۰ر رمضان المبارک ۱۲۲۳ھ / ۳۱ر اکتوبر ۱۸۰۸ء) اور ذوالفقار خاں (متوفی ۱۹ر رمضان ۱۲۱۲ھ / ۲۰ر نومبر ۱۷۹۷ء) کو البتہ بعض سیاسی اغراض کے تحت قید سے آزاد رکھا گیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ ذوالفقار خاں کو خلعت سے بھی سرفراز کیا گیا۔ اس کے برخلاف دوندے خاں کے دو ممتاز فرزندوں محب اللہ خاں اور فتح اللہ خاں کے ساتھ نواب شجاع الدولہ نے بڑی بے رحمی کا مظاہرہ کیا۔ ان کا سارا مال و متاع ضبط کر لیا۔ اور انھیں مع متعلقین قید کر کے دوسرے قیدیوں کے ساتھ الٰہ آباد بھیج دیا [۵] دراں حالانکہ ان کے پاس نواب مذکور کی ایک تحریری سند موجود تھی جس میں ان کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا [۶] دراصل حافظ رحمت خاں کے دو فرزندوں کو دی گئی مراعات جنرل چیمپین کے ایما پر تھیں اور نواب کسی صورت بھی جنرل کو برگشتہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔

حافظ رحمت خاں اور دوندے خاں کے فرزندوں اور اہل خاندان نیز بعض اہم روہیلہ سرداروں کو الہ آباد کے مضبوط قلعہ میں نظر بند کرنے کے بعد نواب شجاع الدولہ نے گڑھوال کی پہاڑیوں کا رخ کیا جہاں فیض اللہ خاں ولد علی محمد خاں لال ڈانگ[۷] کے مقام پر باقی ماندہ روہیلہ فوجوں کو منظم کر کے جنگ کی تیاری میں مصروف تھا[۸] نواب شجاع الدولہ اگرچہ جنگ پر آمادہ تھے اور افغانوں کو شکست دے کر ان کی طاقت کو منتشر کرنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن اچانک ان کی فوج میں طاعون کی وبا پھیل گئی۔ وہ خود مرض دُنبل میں مبتلا ہو گئے نیز آب و ہوا کی خرابی کے باعث یہ مرض شدت اختیار کرنے لگا چناں چہ مجبوراً وہ مصالحت پر راضی ہو گئے اور فیض اللہ خاں کے پاس صلح کا پیغام بھیجا[۹] ساتھ ہی محبت خاں کی طلبی کا پروانہ بھی الہ آباد کے حاکم کے نام روانہ کیا تاکہ انھیں (محبت خاں کو) فیض اللہ خاں کے مقابلے پر کھڑا کر کے روہیلوں کا زور توڑا جا سکے۔ لیکن فیض اللہ خاں چند سے تامل کے بعد ہی صلح کے لیے تیار ہو گیا[۱۰] جنرل چیمپین[۱۱] نے ثالثی کے فرائض انجام دے اور بحیثیت گواہ صلح نامے پر دستخط بھی کیے۔ بعد میں کمپنی نے اس صلح نامے کو جنرل کا ذاتی عمل قرار دے کر نامنظور کر دیا۔ یہ صلح نامہ ۲ تا ۷ اکتوبر کے درمیان پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا[۱۲]

"صلح نامہ" کی کارروائی مکمل ہو جانے کے بعد نواب شجاع الدولہ بلا توقف لشکر کے ساتھ پایۂ تخت فیض آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ محبت خاں بھی نواب شجاع الدولہ کے حکم کے مطابق الہ آباد سے آ کر سنبھل کے مقام پر لشکر میں شامل ہوئے اور ۵ دسمبر ۱۷۷۴ء کو نواب کے ہمراہ فیض آباد پہنچے[۱۳] خلاف توقع نواب نے محبت خاں کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا اور مہربانی کے طور پر ذاتی خرچ کے لیے ایک ہزار روپیہ ماہانہ مقرر کر دیا۔ علاوہ ازیں ہزار اسوار پر مشتمل ایک رسالہ بھی عنایت کرنے کا وعدہ کیا[۱۴] لیکن مرض کی شدت دن بہ دن بڑھتی گئی اور فیض آباد پہنچنے کے پورے ایک برس پر ۲۶ جنوری ۱۷۷۵ء کی صبح تقریباً چھ بجے نواب کا انتقال ہو گیا[۱۵] ان کے بڑے صاحب زادے آصف الدولہ سربراہ سلطنت ہوئے۔ انھوں نے فیض آباد کی بجائے لکھنؤ کو اپنا پایۂ تخت بنایا چناں چہ دوسرے وزرا و امرا کی طرح محبت خاں بھی نواب آصف الدولہ کے ہمراہ فیض آباد سے

لکھنؤ چلے آئے۔ "مثنوی حسن بخشی" (منظومۂ جرأت) سے معلوم ہوتا ہے کہ جرأت اور خواجہ حسن بھی اس سفر میں محبّت خاں کے ہمرکاب تھے[۱۶]

تخت نشینی کے پُر مسرت موقع پر آصف الدولہ نے شاہی روایات کے عین مطابق غربا و مساکین میں خیرات و صدقات کی تقسیم کے ساتھ ہی بعض قیدیوں کی رہائی کے احکام بھی صادر کیے لیکن حافظ رحمت خاں اور ان کے چچازاد بھائی دوندے خاں کے متعلقین کے ساتھ کسی طرح کی رعایت یا حسن سلوک کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ ان کے سرکاری اخراجات بند کر دیے نیز محبّت خاں اور ذوالفقار خاں وغیرہ کو قید کر کے الٰہ آباد بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا لیکن سالار جنگ کے بھائی مرزا علی خاں کے مشورے پر نواب نے اپنا یہ ارادہ ترک کر دیا[۱۷]

جیسا کہ سطور بالا میں مذکور ہوا، نواب آصف الدولہ چند در چند وجوہ کی بنا پر حافظ رحمت خاں مرحوم سے کدر رکھتے تھے اور ان کے متعلقین کے جائز حقوق بھی تسلیم کرنے پر راضی نہیں تھے لیکن کمپنی کی راست مداخلت اور جان برسٹو کی ثالثی کے نتیجے میں نواب کو مجبوراً انگریزوں کی بعض شرطیں ماننی پڑیں۔ ان میں سے ایک اہم شرط حافظ رحمت خاں اور دوندے خاں کی اولاد کے لیے بالترتیب ۶۵ ہزار اور ۳۵ ہزار سالانہ وظیفے کی منظوری بھی تھی[۱۸] بعد میں محبّت خاں سرکار کمپنی کے وسیلہ داروں میں شامل ہو گئے اور لکھنؤ کو مستقلاً اپنا مستقر بنا کر اودھ کے وظیفہ خوار اور کمپنی کے وسیلہ دار کی حیثیت سے بظاہر شان و شکوہ کی زندگی بسر کرنے لگے[۱۹]

اٹھارہویں صدی عیسوی تک شمال، جنوب اور ہندوستان کے بعض دوسرے خطوں کے درمیان اُردو واحد رابطے کی زبان متصوّر ہوتی تھی، عوام میں یہی زبان، لکھی، پڑھی، سمجھی اور بولی جاتی تھی۔ محبّت خاں اگرچہ افغان نژاد تھے اور ان کی مادری زبان پشتو تھی تاہم اس عوامی اور رابطے کی زبان سے کماحقہٗ واقفیت ان کے لیے ناگزیر تھی اور تقاضائے وقت بھی یہی تھا چنانچہ انہوں نے اپنی محنت اور ذہانت سے اس میں اتنی مشق اور مہارت بہم پہنچائی کہ پشتو کے بعد یہی اجنبی زبان ان کی تصنیف و تالیف کی زبان بن گئی۔

ڈاکٹر سید محمد عقیل رضوی کے مطابق اردو تذکروں میں سب سے پہلے ۔۔ "مخزنِ نکات" میں محبت خاں اور مثنوی اسرار محبت کا ذکر آیا ہے"۔[۲۰] لیکن یہ خیال کسی سہو پر مبنی معلوم ہوتا ہے کیوں کہ "مخزنِ نکات" کی تالیف کے زمانے میں محبت خاں کی عمر چار چھ سال سے زیادہ نہ ہوگی ۔ دراصل میر حسن وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنے تالیف کردہ تذکرے "تذکرہ شعرائے اردو" (مولفہ ۱۱۸۸) میں محبت خاں کا ذکر بہ طور شاعر کیا ہے اور انھیں "موزوں طبع" "منبع جود و سخا" اور "قدردان شعرا" بتایا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ "بعضے اوقات ۔۔۔۔ بہ مضمون تازہ مائل می شود"۔[۲۱]

میر حسن کے بعد علی ابراہیم خاں خلیل نے اپنے تذکرے "تذکرہ گلزار ابراہیم" (مؤلفہ ۱۱۹۸ تا ۔۔۔ ۱۲۰۱ھ) میں شاعر کی حیثیت سے محبت خاں کا ذکر قدرے تفصیل سے کیا ہے اور ان کو حسنِ اخلاق اور فتوت و مروت سے آراستہ و پیراستہ بتایا ہے نیز جملہ "اقسام نظم ریختہ" پر مشتمل دیوان کے ذکر کے علاوہ مسٹر جانسن کی فرمائش پر "مثنوی اسرارِ محبت" کے لکھے جانے کی بھی اطلاع دی ہے ۔ اور ترجمے کے آخر میں نمونتاً جو ستر اشعار درج کیے ہیں ان میں زیر بحث مثنوی کے انتیس ۲۹ شعر بھی شامل ہیں[۲۲] ان دونوں معاصر تذکرہ نگاروں کے علاوہ حکیم ابوالقاسم میر قدرت اللہ قاسم نے بھی محبت کو صاحب دیوان لکھا ہے اور کسی فرنگی بہر کی تحریک پر "قصہ سستی پنو" کو منظوم کرنے کی بات کہی ہے[۲۳] سرور اور مصحفی بھی محبت کے ہم عصر ہیں لیکن ان کے یہاں "دیوان محبت" اور "مثنوی اسرار محبت" کا ذکر موجود نہیں" البتہ ان دونوں نے انھیں اردو فارسی کا شاعر اور حلم و حیا، فتوت و مروت اور حُسنِ اخلاق جیسے اوصاف سے متصف بتایا ہے[۲۴] ایک اور اہم معاصر تذکرہ نگار مولوی قدرت اللہ قدرت، شوق کا بھی یہی حال ہے انھوں نے اپنا تذکرہ "طبقات الشعرا" ۸۹-۱۱۸۸ھ/۱۷۷۵ء میں مرتب کیا اور محبت خاں کے بیان میں کسی مرتب دیوان یا بیاض کا ذکر کیے بغیر ۱۲۳ شعر نقل کیے ہیں[۲۵]

محبت خاں محبت، نیک سیرت، متین، خلیق اور متواضع انسان تھے ۔ سپہ گری، موسیقی اور دوسرے فنون کے علاوہ انھوں نے عربی و فارسی کی متداول تعلیم اس وقت کے مشہور

عالم ملا بحرالعلوم کی نگرانی میں درسِ نظامی کے مطابق مکمل کر کے باقاعدہ فراغت حاصل کی تھی۔ "حیاتِ حافظ رحمت خاں" کے مصنف جناب الطاف علی بریلوی نے محبت خاں کے نام سے اردو و فارسی اشعار کے علاوہ عربی کے بھی دو شعر نقل کیے ہیں[26] ان سے محبت خاں کی عربی زبان سے واقفیت اور شعر کہنے کی صلاحیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ذیل میں دونوں شعر درج کیے جاتے ہیں:

اذا لم یبق فی الاسلام آثار　　جرت من مقلتی دمع کانهار

جب اسلام کی کوئی نشانی باقی نہ رہی تو میری آنکھوں سے اشک جاری ہو گیا۔

فقلت لہاتف من یظہر الدین　　فجاء الصوت سلطان الجہاندار

تب میں نے ہاتف سے پوچھا کہ دین کو غلبہ کون عطا کرے گا تو آواز آئی کہ سلطان جہاندار

علاوہ ازیں "چند شعرائے بریلی" کے مصنف ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب کی اطلاع کے مطابق انڈیا آفس لائبریری لندن کے شعبۂ مخطوطات میں محبت خاں کا ایک کلیات محفوظ ہے جس میں اردو و فارسی کلام کے ساتھ پشتو اور عربی اشعار کی ایک معتدبہ تعداد موجود ہے[27] پشتو محبت خاں کی مادری زبان تھی اور فارسی کو سرکاری زبان کا درجہ حاصل تھا چنانچہ انہوں نے عام لوگوں کی سہولت کی خاطر ایک پشتو فارسی لغت بھی تیار کیا تھا جو ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ رضا لائبریری رامپور میں محفوظ ہے[28]

لکھنؤ میں مستقل سکونت اختیار کرنے کے بعد نواب محبت خاں نے جعفر علی حسرت کو اپنی سرکار سے منسلک کیا نیز فنِ شعر میں انھی کی شاگردی اختیار کی اور تھوڑے ہی دنوں میں اس وقت کے مشاہیر شاعروں میں شمار ہونے لگے۔ محبت نے اردو کی تقریباً تمام مروجہ اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی، اور ایک دیوان مرتب کیا۔ لیکن اردو ادب کی تاریخ میں ان کا نام مثنوی "اسرارِ محبت" کی وجہ سے زندہ و تابندہ ہے جسے انھوں نے ایک مقتدر انگریز رچرڈ جانسن کی فرمائش پر تصنیف کیا تھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس اہم لیکن قدرے غیر معروف شخص کا تعارف مختصراً پیش کر دیا جائے[29]

جانسن کا پورا نام رچرڈ جانسن تھا اور نواب، ممتاز الدولہ، مفتخر الملک، حسام جنگ،

بہادر وغیرہ اس کے خطابات تھے لیکن عام طور پر وہ مسٹر جانسن کے نام سے جانا جاتا تھا اور تاریخ کی کتابوں میں بھی اسی مختصر نام سے اس کے حالات درج ہیں۔ لکھنؤ میں بحیثیت نائب رزیڈنیٹ، آنے سے قبل وہ بردوان کا صاحب کلال اور بنگال کونسل کا فعال رکن رہ چکا تھا۔ تقریباً دو برس (۸۶-۱۷۸۴) مملکتِ آصفیہ حیدر آباد میں رزیڈنٹ بھی رہا تھا۔ وہ سیاسی جوڑ توڑ کا ماہر اور معاملہ فہم افسر کی حیثیت سے خاصا معروف تھا، اس کے ساتھ ساتھ علم دوستی، قابلیت ذہانت اور اُدبا پروری کے لیے بھی شہرت رکھتا تھا، چنانچہ رام جس محیط، میر قمرالدین منّت اور میر محمد حسین جیسے صاحب علم حضرات اس کی سرکار سے وابستہ تھے۔[۳۰]

اردو دنیا میں جانسن کا تعارف کلامِ سودؔا کے ایک مخطوطہ معروف بہ نسخۂ جانسن کی درج ذیل عبارتوں سے ہوا تھا۔

(۱) دیوان مرزا رفیع سوؔدا، گزرانیدۂ میر حسین صاحب در بلدۂ لکھنؤ، داخل کتاب خانہ شد۔

(۱۱) دیوان سرکار نواب صاحب ممتاز الدولہ مفتخر الملک حسام جنگ مسٹر رچارڈ جانسن صاحب دام اقبالہٗ۔

مخطوطۂ مذکور کا اصل نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن کے ذخیرۂ مخطوطات میں محفوظ ہے۔ اسے پہلی مرتبہ منظر عام پر لے آنے کا سہرا شیخ چاند مرحوم کے سر ہے۔ یہ نسخہ مسٹر جانسن کے دیوان میر محمد حسین نے تیار کرا کر ان کے کتب خانے میں داخل کرایا تھا۔[۳۲]

مذکورہ بالا "دیوان سوؔدا، اور "مثنوی اسرار محبت" کے علاوہ بعض دوسرے اہل قلم نے جانسن کے ایما پر یا محض اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے نظمیں لکھیں، کتابیں مرتب کیں اور اپنی تخلیق کو اس کے نام سے معنون کیا۔ مثلاً:- (۱) لچھی نرائن شفیق نے اپنی تصنیف "تنمیق شگرف" مسٹر جانسن کے نام سے معنون کر کے اس کی سرکار میں شرف باریابی حاصل کرنے کی کوشش کی۔[۳۳] (۲) میر قمرالدین منّت نے اسی کے

حکم سے پنجابی قصہ "ہیر ارانجھا" کو "ہیرارانجھن" کے نام سے فارسی نظم میں منتقل کیا۔[۳۴]

(۳) لکھنؤ کے ایک اور کاتب محمد بخش خاں نے اس کے کتب خانے کے لیے "نوطرز مرصع" کا ایک نسخہ تیار کیا۔[۳۵] یہ کتاب مکمل نہیں ہے بلکہ اس میں پہلے درویش کی کہانی تک داستان کا ابتدائی حصہ ہی ہے۔

تاریخ کی بعض کتابوں اور شعرائے اردو کے تذکروں میں محبت خاں کے حالات منتشر صورت میں ملتے ہیں۔ ناقدین و مؤرخین ادب اردو نے انہیں یکجا کر کے کتابی شکل میں مرتب کرنے کی طرف توجہ نہیں کی۔ اور نہ ہی ان کی ادبی و لسانی خدمات کو لائق اعتبار سمجھا۔ پروفیسر گیان چند جین نے شمالی ہند کی مثنویوں پر ایک ضخیم کتاب ترتیب دی جس میں محبت خاں اور ان کی مثنوی کا بیان حد درجہ تشنہ ہے[۳۶] اس دور کے ایک دوسرے ناقد پروفیسر سید محمد عقیل رضوی نے اسی موضوع پر اپنا پی۔ ایچ ڈی کا مقالہ قلم بند کیا لیکن موصوف نے بھی اس مثنوی اور اس کے مصنف کے بارے میں کوئی قابل ذکر بات نہیں کہی[۳۷] ڈاکٹر جمیل جالبی نے "تاریخ ادب اردو" کئی جلدوں اور حصوں میں مرتب کی ہے۔ اور متعدد غیر معروف شعرا و ادبا کے حالات پہلی مرتبہ تفصیل کے ساتھ تحقیق کی روشنی میں بیان کیے ہیں لیکن محبت خاں کے باب میں سرسری گزر جانے کا انداز ان کے یہاں بھی نمایاں ہے[۳۸]

چار مقالے:۔ تاریخ کی کتابوں اور شعرائے اردو کے تذکروں سے قطع نظر محبت خاں اور ان کے کلام پر اب تک کل چار مضامین معرض وجود میں آئے ہیں یا کم از کم میرے علم میں رہیں۔ پہلا مضمون پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب مرحوم کا لکھا ہوا انجمن ترقی اردو ہند، دکن کے سہ ماہی رسالہ "اردو" کے شمارہ جولائی ۱۹۳۱ء میں چھپا تھا۔ دوسرے کے مصنف پروفیسر مجنوں گورکھپوری ہیں۔ یہ تحریر (۱) تنقیدی حاشیے مطبوعہ ۱۹۴۵ء اور (۲) نکات مجنوں مطبوعہ ۱۹۵۷ء میں شامل ہے۔ تیسرا پروفیسر سید محمد عقیل رضوی کا تحریر کردہ ہے جو ماہنامہ نگار لکھنؤ کے شمارہ اپریل ۱۹۵۵ء میں اشاعت پذیر ہوا تھا۔ اور چوتھا مضمون سید لطیف حسین ادیب کا ہے اور ان کی تصنیف "چند شعرائے بریلی" کا جزو ہے ذیل میں ان مضامین سے متعلق تفصیلات ملاحظہ ہوں۔

(۱) پروفیسر مسعود حسن رضوی مرحوم کا یہ مضمون "مثنوی اسرار محبت" کے عنوان سے شایع ہوا

تھا، اس میں انھوں نے اپنے ذاتی کتب خانے میں موجود "مطبع بیت السلطنت" لکھنؤ سے شائع شدہ "اسرار محبت" کو سامنے رکھ کر اس مثنوی کا تعارف کرایا ہے۲۹ مثنوی کا یہ مطبوعہ نسخہ ایک سستا اور عام بازاری اڈیشن ہے۔ اس کا متن بھی خاصا غلط ہے۔ مزید طرفگی یہ کہ اس پر مصنف کا نام اور سنہ طباعت وغیرہ بھی مندرج نہیں ہیں چناں چہ رضوی صاحب مرحوم نے محض قیاس اور قرینے کی بنیاد پر اسے محبت خاں کی تصنیف بتایا ہے۔ اس سلسلے میں یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علی ابراہیم خاں خلیل کے تذکرے "تذکرہ گلزار ابراہیم" اور مرزا علی لطف کے "تذکرہ گلشنِ ہند" میں محبت خاں کے ترجمے میں "مثنوی اسرار محبت" کا ذکر موجود ہے۔ اور ان دونوں میں مثنوی کے بالترتیب ۲۹ اور ۲۸ شعر بھی منقول ہیں لہٰذا پروفیسر رضوی صاحب مرحوم جیسے وسیع المطالعہ ناقد، عالم اور محقق کے لیے ضروری تھا کہ قیاس آرائی کی بجائے مذکورہ بالا تذکروں کے حوالے سے قطعیت اور تیقن کے ساتھ بتاتے کہ "مثنوی اسرار محبت" کے مصنف محبت خاں ہیں۔

پروفیسر رضوی مرحوم کے مضمون میں ایک اور غلطی در آئی ہے۔ انھوں نے مثنوی زیر بحث میں شامل دو غزلوں (۱) ع "بس اپنا کچھ نہیں اب آہ چلتا"۔ (۲) ع کہیں اپنا ترے بن کس سے ہم درد" کو مشکوک بلکہ ایک حد تک الحاقی قرار دے دیا ہے۔ یہاں بھی نتیجے کا استنباط قیاس اور قرینے کی مدد سے کیا گیا ہے بہ الفاظِ دیگر مضمون نگار نے اپنے اس مضمون میں استنباط نتائج کے سلسلے میں عمومیت کے ساتھ قیاس اور قرینہ ہی کو رہنما بنایا ہے اور خارجی و داخلی شواہد یا ٹھوس ثبوت سے چشم پوشی کی ہے۔ خود ان کا بیان ملاحظہ ہو۔

> "میرے کتب خانے میں غلام مہدی لکھنوی کا تالیف کیا ہوا ایک بہت ضخیم انتخاب غزلیات ہے جس کا نام "مجموعۂ سخن" ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے ورق ۲۸۲ ب پر مندرجہ بالا غزلوں میں پہلی اور ورق ۳۰۴ا پر دوسری درج ہے۔ پہلی غزل میں مقطع نہیں ہے لیکن یہ غزل حسن اور جرأت کی غزلوں کے درمیان میں واقع ہے قرینہ کہتا ہے کہ یہ انھیں دونوں میں سے کسی کی کہی ہوئی ہوگی اور قیاس کا فیصلہ ہے کہ یہ جرأت کا رنگ ہے اور وہی اس کے مصنف ہیں۔ دوسری غزل کے آخری شعر کے پہلے مصرعے کا آخری لفظ مطبوعہ مثنوی میں "شاید" ہے اور قلمی مجموعے میں "شاہد" ہے اور

کاتب نے اسے تخلص قرار دے کر سرخی سے لکھا ہے یعنی اس غزل کے مصنف کوئی شاہد ہیں۔ بہرحال (بہرحال)، یہ دونوں غزلیں غالباً مثنوی اسرار محبت کے مصنف کی نہیں ہیں۔"

(رسالہ اردو، شمارہ جولائی ۱۹۳۱ء ص ۶۸-۶۷)

یہاں پہلی غزل کے بارے میں یہ عرض کرنا ہے کہ کلیات میر حسن (قلمی مملوکہ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ)، اور دیوان میر حسن (قلمی)، (مملوکہ سنٹرل لائبریری، بی۔ ایچ۔ یو۔ وارانسی)، کی نقلیں میرے پیش نظر ہیں لیکن یہ غزل ان میں نہیں ہے۔ خود کلیات میر حسن کا نسخہ مسعود (جو اب مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ کی ملکیت ہے)، سے بھی یہ غزل غیر حاضر ہے۔ اسی طرح جرأت کے چھپے ہوئے کلیات میں بھی یہ غزل موجود نہیں ہے۔ لہٰذا راقم الحروف کی ناچیز رائے میں صرف قیاس کے حوالے سے اس غزل کا مصنف میر حسن یا جرأت کو قرار دے دینا اور محبت خاں کی ملکیت سے خارج کر دینا کسی طور درست معلوم نہیں ہوتا۔ اس غزل کا مطلع درج ذیل ہے:

"بس اپنا کچھ نہیں اب آہ چلتا   کہ دل کو لے گیا اک راہ چلتا"

اور دوسری غزل کو کسی "شاہد" نام کے شاعر کی تصنیف قرار دینے کی یہ توجیہ کہ "اس غزل کے آخری شعر کے پہلے مصرعے کا آخری لفظ مطبوعہ مثنوی میں "شاید" ہے۔ اور قلمی مجموعہ میں "شاہد" ہے اور کاتب نے اسے تخلص قرار دے کر سرخی سے لکھا ہے یعنی اس غزل کے مصنف کوئی شاہد ہیں۔" قابل قبول نہیں۔ اولاً اس لیے کہ "شاہد" تخلص کا کوئی قابل ذکر شاعر تذکروں میں نہیں ملتا۔ ثانیاً بایں وجہ کہ میرے پیش نظر مطبوعہ مثنوی کے علاوہ تین قلمی نسخوں کی زیراکس کاپیاں ہیں۔ ان تمام میں مصرع مذکور کا آخری لفظ "شاید" ہی ہے اور بہ اعتبارِ معنی یہی لفظ موزوں اور بامعنی بھی معلوم ہوتا ہے۔ "شاہد" یقیناً کاتب کا سہو یا تصرف ہے۔ اس غزل کا آخری شعر ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

نہ آیا تو، تو میں جاؤں گی شاید   لیے ہستی سے تیرا تا عدم درد

(۲) "مثنوی اسرار محبت" ہی کے عنوان سے دوسرا مضمون اردو کے نامور ناقد پروفیسر مجنوں گورکھپوری کا لکھا ہوا ہے۔ اور ان کی دو کتابوں (۱) تنقیدی حاشیے (مطبوعہ ۱۹۴۵ء) (۲) نکات مجنوں مطبوعہ ۱۹۵۷ء) میں شامل ہے۔ اس مضمون کا محرک فضل حق صاحب کا مقالہ "ستی پنو" (شائع شدہ رسالہ اردو، شمارہ اکتوبر ۱۹۳۰ء) ہے جس میں "مثنوی اسرار محبت" کا ذکر برائے نام بھی نہیں کیا گیا ہے۔ پروفیسر

مجنوں گورکھپوری کے پیش نظر "مثنوی اسرار محبت" کا وہ نسخہ تھا جسے مولانا حسرت موہانی نے "مجموعہ" کے نام سے دو دوسری مثنویوں "سراپا سوز" اور "طلعت الشمس" کے ساتھ چھپوا کر شائع کر دیا تھا۔ انھوں نے اپنے مضمون کی ترتیب میں بعض تذکروں کے علاوہ رضوی مرحوم کے مضمون "مثنوی اسرار محبت" سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مضمون میں محبت خاں کے کلام پر اجمالی تبصرے کے بعد مثنوی زیر بحث کا تعارف قدرے تفصیل سے کرایا گیا ہے۔ بیانات میں حزم و احتیاط سے کام لیا گیا ہے تاہم بعض تسامحات مضمون میں موجود ہیں۔ جن کی نشان دہی سطور ذیل میں کی جاتی ہے۔

(الف) مضمون نگار کا یہ دعوا کہ "گل رعنا کو چھوڑ کر کسی تذکرے میں اس مثنوی کا نام "اسرار محبت" درج نہیں ہے۔ قطعاً نادرست ہے۔ کیوں کہ "تذکرہ گلزار ابراہیم" تذکرہ گلشن ہند اور تذکرہ طبقات شعرائے ہند" میں اس مثنوی کا نام اسرار محبت لکھا ہوا ہے اور یہ کہ اول الذکر دو تذکروں میں بالترتیب مثنوی کے ۲۹ اور ۲۸ شعر بھی درج ہیں۔[۵۳]

(ب) مضمون نگار کا دوسرا بیان کہ سید مسعود حسن رضوی کے پاس مثنوی اسرار محبت کا قلمی نسخہ ہے جس میں مقام جنگ سیال کا ذکر آتا ہے۔ سراسر سہو پر مبنی ہے کیوں کہ ان کے پاس بیت السلطنت لکھنؤ سے چھپا ہوا مثنوی کا مطبوعہ نسخہ تھا۔ مجنوں صاحب کو اصلاً رضوی صاحب کے اس بیان، دوسری غزل کے آخری شعر کے پہلے مصرعے کا آخری لفظ مطبوعہ مثنوی میں "شاید" اور قلمی مجموعے میں "شاہد" ہے۔ سے مغالطہ ہوا ہے۔ لیکن یہاں قلمی مجموعے سے مراد غلام مہدی لکھنوی کا مجموعۂ سخن کے عنوان سے مرتب کیا ہوا ایک ضخیم انتخاب غزلیات ہے۔ جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مثنوی کے تمام قلمی اور لکھنؤ سے چھپے ہوئے مطبوعہ نسخے میں قصے کا مقام جھنگ سیال یا جنگ سیال ہے۔[۵۴]

(۳) "مثنوی اسرار محبت" کے عنوان سے تیسرا مضمون ڈاکٹر سید محمد عقیل رضوی کا ہے۔ ڈاکٹر موصوف ہی کے تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ۔ ڈی، اردو مثنوی کا ارتقا۔۔۔" میں درج بیان سے پتا چلتا ہے کہ پروفیسر رضوی صاحب مرحوم اور پروفیسر مجنوں گورکھپوری مرحوم کی تحقیقات کو سامنے رکھ کر لکھا گیا یہ ایک مبسوط اور مدلل مقالہ ہے۔ موصوف نے اسے "ماہنامہ نگار" لکھنؤ کے شمارہ اپریل ۱۹۵۵ء میں شائع کرایا تھا۔

راقم الحروف کو تلاشِ بسیار کے بعد مذکورہ بالا شمارہ ہاتھ لگا۔ لیکن مطالعے سے جب اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ یہ مضمون اپنے ماقبل تحریر شدہ دونوں مضامین سے زیادہ سرسری، کم معلوماتی، تحقیق سے تہی اور چند در چند امور میں گمراہ کن بھی ہے تو بے حد مایوسی ہوئی۔ سطور ذیل میں مضمون کا براہِ راست تجزیاتی مطالعہ مختصراً پیش کیا جاتا ہے۔

مضمون کی ابتدا ان جملوں سے ہوتی ہے۔

"اپنے تحقیقی مقالے کے سلسلے میں مجھے ایسی تاریخی مثنوی کا ایک قلمی نسخہ ملا جو مدت مدید سے زیر بحث ہے اور جس کے متعلق متعدد طرح کے مقالات شائع ہو چکے ہیں۔ ان مقالات کی اشاعت کا سلسلہ ۱۹۳۰ء سے ہے۔" (نگار ص ۳۸)

اقتباسِ بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ مثنوی اسرار محبت کے متعلق "متعدد طرح" کے مقالات لکھنے کا سلسلہ ۱۹۳۰ء سے شروع ہوا تھا۔ اور یہ بحث ڈاکٹر موصوف کے مضمون لکھنے تک جاری تھی۔ حالاں کہ اس وقت تک مثنوی اسرار محبت سے متعلق پروفیسر رضوی مرحوم اور پروفیسر مجنوں گورکھپوری کے دو مضامین ہی لکھے گئے تھے۔ جن کا ذکر سطور بالا میں آچکا ہے۔ "متعدد طرح کے مقالات" سے مضمون نگار کی مراد غالباً محمد عمر نور الٰہی صاحبان اور قاضی فضل حق صاحب کے "قصہ ستی پنو" سے متعلق دو مقالات ہیں جو رسالہ اردو میں بالترتیب ۱۹۳۰ء اور اکتوبر ۱۹۳۰ء میں شائع ہوئے تھے۔ جن میں مثنوی اسرار محبت اور اس کے مصنف کا ذکر ضمناً بھی نہیں کیا گیا ہے۔

آگے لکھتے ہیں:

"ابھی تک جتنے مقالات شائع ہوئے ہیں ان میں سب سے مدلل مقالہ مسعود حسن صاحب لکھنؤ یونیورسٹی کا ہے۔ جن کا بیان مصنف کے بارے میں یہ ہے 'میرے کتب خانے میں ایک مثنوی ہے جس کے سرورق پر یہ عبارت درج ہے۔ المنۃ الحمد المنۃ کہ بعنایت ایزد بیچوں نسخۂ اسرار محبت باتمام رسید۔'" (ایضاً)

یہاں عرض یہ کرنا ہے کہ اس موضوع پر رضوی صاحب مرحوم کا مضمون پہلا ہے نیز اس کا

مدلل ہونا محل نظر ہے۔ اور سرورق کے حوالے سے مندرج عبارت اصلاً خاتمے کی عبارت ہے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر عقیل صاحب نے خدا معلوم کیوں کر باور کر لیا ہے کہ رضوی مرحوم کے پاس مثنوی کا قلمی نسخہ تھا، جب کہ انھوں نے صرف یہ لکھا ہے کہ "میرے کتب خانے میں ایک مثنوی ہے۔۔۔۔ اس مثنوی کے سرورق کی عبارت یہ ہے۔

"المنۃ للہ کہ قصہ مسمی بہ مثنوی اسرار محبت در بیت السلطنت لکھنؤ طبع شد۔" (اردو سہ ماہی ۱۹۳۱ء)

عقیل صاحب اس فارسی عبارت میں "طبع شد" کی موجودگی کے پیشِ نظر اس نسخے پر کسی مطبوعہ کتاب کی نقل ہونے کا قیاسی امکان ظاہر کرتے ہیں۔

مضمون زیر بحث کے چند بیانات اور ملاحظہ ہوں:

"لطف نے نہ صرف اس کا نام اسرار محبت بتایا ہے بلکہ نمونہ کے طور پر اٹھائیس اشعار بھی اس مثنوی کے دیے ہیں اور نہ صرف مرزا علی لطف بلکہ تذکرہ (گلزار) ابراہیم کا مصنف بھی مثنوی کو اسی نام سے یاد کرتا ہے۔۔۔۔۔ یہ مثنوی اتنی مشہور ہوئی کہ ایک سال کے اندر ہی تذکروں میں اس کا ذکر آ گیا۔۔۔ چنانچہ ۱۸۰۱ء میں جب مرزا علی لطف نے تذکرہ (گلزار) ابراہیم کا ترجمہ کیا تو اپنی طرف سے انھوں نے نواب محبت خاں کے حالات میں اضافہ کیا اور مثنوی کا نمونہ بھی دیا۔" (نگار اپریل ۱۹۵۵ء ص ۳۸)

منقولہ بالا اقتباس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ تذکرہ گلزار ابراہیم میں صرف مثنوی کا ذکر ہے اشعار درج نہیں ہیں اور یہ اضافہ مرزا علی لطف کا ہے۔ حالاں کہ یہ بیان خلاف واقعہ ہے اصلاً تذکرہ گلزار ابراہیم میں ۲۹ شعر مثنوی کے درج ہیں اور لطف نے یہیں سے ۲۸ شعر نقل کیے ہیں اور ایک شعر نقل ہونے سے رہ گیا ہے وہ شعر یہ ہے۔

"جو دیکھیں آئینہ رو وہ زنخداں زنخ زانو پہ دھر رہ جائے حیراں"

یہاں اس امر کا بھی امکان ہے کہ ترجمے کے وقت مترجم کے پاس تذکرہ گلزار ابراہیم کا جو نسخہ تھا اس میں ۲۸ شعر ہی منقول ہوں۔

"۱۱۹۸ھ میں مصنف گلزار ابراہیم محبت خاں کا ذکر کرتا ہے اور اس کے اکیس سال بعد جب ۱۲۱۹ھ میں مصحفی کے تذکرۂ ہندی کی پہلی مرتبہ کتابت ہوتی ہے تو مصحفی محبت خاں کو جوان بتاتے ہیں۔ مصحفی کی وفات ۱۲۳۸ھ یا ۱۲۴۰ھ میں ہوئی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ محبت خاں کم ازکم اس وقت تک نہیں مرے تھے اور میرے سامنے جو قلمی نسخہ ہے وہ مصحفی کی وفات سے آٹھ سال بعد کا لکھا ہوا ہے۔ چوں کہ اس نسخے کے اختتام پر بھی محبت خاں کو مرحوم نہیں لکھا گیا ہے اور عقل بھی کہتی ہے کہ محبت خاں مصحفی سے بعد میں مرے ہوں گے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ یہ نسخہ محبت خاں کی زندگی ہی میں لکھا گیا ہے۔ ۔ ۔ ۔" (نگار)

منقولہ بالا اقتباس کے تقریباً تمام بیانات بے معنی، اور فرضی ہیں۔ تحقیق سے ان کا دور کا بھی رشتہ نہیں ہے جہ جائے کہ انھیں مدلل بیانات قرار دیا جائے اور ایک مبسوط مقالے کے اجزاء سے موسوم کیا جائے۔

(۴) چوتھا مضمون "نواب محبت خاں محبت" کے عنوان سے ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب کا لکھا ہوا ہے جو ان کی کتاب "چند شعرائے بریلی" میں شامل ہے۔ یہ مضمون متذکرہ بالا تینوں مضامین سے زیادہ مفصل، تحقیقی اور معلومات افزا ہے۔ مضمون نگار نے اس میں محبت خاں کے حالات زندگی ان کے تلمذ، ان کی تصانیف اور ان کے کلام پر بحث وتبصرے کے بعد اردو ادب میں بحیثیت شاعر ان کا درجہ متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور رضا لائبریری میں محفوظ مثنوی اسرار محبت کے ایک قلمی نسخے کی بنیاد پر مثنوی کا تفصیلی تعارف بھی پیش کیا ہے۔

مذکورہ بالا خوبیوں کے علی الرغم بعض تحقیقی اسقام بھی اس مضمون میں موجود ہیں مثلاً،

(۱) مضمون نگار نے محبت خاں کے تلمذ کی بحث میں اختصار کی بجائے غیر ضروری طور پر طولِ بیان سے کام لیا ہے اور اخذ نتیجہ میں کسی جامع اصول کی پیروی نہ کرکے محض قیاس آرائی سے سروکار رکھا ہے۔ طریقۂ استدلال کی تفصیل انھی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

"دیوانِ محبت مخطوطہ رام پور میں محبت کا تخلص سرخ روشنائی سے لکھا گیا ہے۔

یہی التزام (التزام) دو ایک جگہ حسرت کے نام کے ساتھ کیا گیا ہے۔ محمد یار خاں امیر (متوفی ۱۷۷۵ء) اور درد کا تخلص بھی بعض اشعار میں آیا ہے۔ مگر اس کو سرخ روشنائی سے نہیں لکھا گیا ہے۔ اس سے یہ مستفاد ہوا کہ محبت کو چوں کہ حسرت کے ساتھ بربنائے تلمذ ایک خصوصیت حاصل تھی۔ لہذا ان کے تخلص کے ساتھ حسرت کا تخلص بھی سرخ روشنائی سے لکھا گیا ہے۔"

(چند شعرائے۔ بریلی ص ۱۹)

مضمون کا ایک تحقیقی سقم یہ ہے کہ محبت خاں کے تلمذ کی بحث میں صرف تذکرۂ میر حسن کو سامنے رکھا گیا ہے۔ حالاں کہ اس سلسلے میں ان کا یہ قولِ مشتبہ" بہ اصلاحِ خواجہ حسن یا میاں حسرت جرأت نمودہ"[۲۱] ظاہر کرتا ہے کہ کتاب کی تالیف یا محبت خاں کے حالات قلم بند کرنے تک تذکرہ نگار ان سے باقاعدہ متعارف نہیں ہوا تھا۔ اس کے برعکس دوسرے معاصر تذکرہ نگار مصحفی، سرور، قاسم اور خلیل وغیرہ کے بیان میں اشکال کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ کیوں کہ ان تمام نے متفقہ طور پر صاف لفظوں میں محبت خاں کو حسرت کا شاگرد بتایا ہے۔

دیوانِ محبت اور مثنوی اسرارِ محبت کی ترتیب و تدوین کا زمانہ

نواب علی ابراہیم خاں خلیل نے اپنے تذکرے "گلزارِ ابراہیم" میں لکھا ہے:

"از سن شعور شیوۂ سخن وری را مرغوب داشتند۔ استصلاح سخن از مرزا جعفر علی حسرت نمودہ ۔ ۔ ۔ کلامش در سائر اقسام نظم ریختہ مدون است۔ الحال کہ سال یک ہزار و یک صد و نود و شش باشد در لکھنؤ اقامت دارد و مراسلت با راقم دارد چناں چہ در کمال محبت اشعارِ خود با مثنوی موسوم بہ اسرار محبت ۔ ۔ ۔ فرستادہ۔"

(تذکرہ گلزار ابراہیم ص ۴۱۶ تا ۴۲۱)

اس تذکرے میں محبت خاں کا حال ۱۱۹۶ھ میں لکھا گیا ہے لہذا منقولہ بالا اقتباس کے اس بیان کی روشنی میں کہ "کلامش در سائر اقسام نظم ریختہ مدون است" یہ کہا جا سکتا ہے کہ ۱۱۹۶ھ میں محبت کا دیوان مرتب صورت میں موجود تھا۔ اور مثنوی "اسرار محبت" کا نقش اول

بھی تیار ہو چکا تھا اگرچہ آخری شکل اسے ۱۱۹۷ھ میں حاصل ہوئی جیسا کہ خود محبت کے کہے ہوئے تاریخی مصرعے "عجب قصہ ہے اسرارِ محبت" سے واضح ہوتا ہے۔

مثنوی اسرارِ محبت کے دستیاب قلمی و مطبوعہ نسخے:۔

محبت خاں کی زیرِ تدوین مثنوی اسرار محبت کے کل چھ قلمی اور دو مطبوعہ نسخوں کا پتا چل سکا ہے۔ ان نسخوں کا تذکرہ دو حصوں میں کیا جائے گا۔ حصہ اول میں ان نسخوں کا اجمالی تعارف ہوگا جن سے بوجوہ استفادہ نہیں کیا جا سکا۔ حصۂ دوم ان نسخوں کے تعارف پر مشتمل ہوگا جن سے براہِ راست استفادہ کیا گیا ہے۔ اور مثنوی کی تدوین میں مدد لی گئی ہے۔

حصہ اول

(الف) قلمی نسخے

(۱) نسخۂ رام پور رام

یہ نسخہ رضا لائبریری رام پور کی ملکیت ہے۔ کتب خانے کے مخطوطات تک رسائی میں حائل مشکلات کی بنا پر اس کے بارے میں ہماری تمام تر معلومات ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب کی فراہم کردہ اطلاعات پر مبنی ہے۔ جو کم و بیش اُنھی کے الفاظ میں درج ذیل ہے۔

> تمہید اور ترقیمہ سے خالی یہ مخطوطہ اچھی حالت میں ہے۔ کتابت کے وقت عنوانات کی جگہیں غالباً بعد میں شنگرفی روشنائی سے لکھنے کے خیال سے خالی چھوڑ دی گئی تھیں۔ لیکن ان کی تکمیل کی نوبت نہیں آئی۔ یہ نسخہ "دریائے عشق" بکٹ کہانی، مثنوی لطف، مثنوی النور، قصہ سوداگر بچہ اور بارہ ماسہ کے ساتھ مجلد ہے۔ لیکن کتب خانے کے اندراج کے مطابق پوری جلد اسرار محبت کے نام سے موسوم ہے۔

(۲) نسخۂ عقیل ۔ ع

یہ نسخہ پروفیسر سید محمد عقیل رضوی کے پاس تھا لیکن آج سے تین چار برس قبل (۱۹۹۰ء کے آس پاس)، ایک ملاقات کے دوران موصوف سے استفسار کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ اب ضائع ہو چکا ہے۔ چناں چہ اس کے بارے میں ہماری معلومات کا پہلا ماخذ ڈاکٹر صاحب موصوف کا ایک مضمون ہے جو ماہنامہ 'نگار' لکھنؤ کے اپریل ۱۹۵۵ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا اور جس میں ضمناً اس نسخے کا ذکر آ گیا تھا۔ دوسرا ماخذ آپ کا تحقیقی مقالہ 'اردو مثنوی کا ارتقا شمالی ہند میں" ہے جس کے صفحہ ۱۱۵ کے حاشیے پر اس نسخے کا تعارف اور ترقیمہ درج کر دیا گیا ہے۔ جو حسب ذیل ہے:

یہ قلمی نسخہ ۱۸۳۳ء کا لکھا ہوا ہے اور کرم خوردہ ہے اس لیے اکثر مقامات پر صاف نہیں پڑھا جاتا۔ اس کے اختتام پر یہ عبارت ہے۔

"تمت شد مثنوی[1] اسرار محبت من تصنیف نواب محبت خاں بخط خام ناتمام بندہ عاصی پر معاصی حصر[2] رام نرائن بتاریخ دوازدہم ماہ دسمبر ۱۸۳۳ء مطابق اگھن سودی پریوا بروز پنجشنبہ ۱۲۴۱ فصلی صورت یافت فقط لہ لہ لہ"

پروفیسر موصوف کی اطلاع کے مطابق اس قلمی نسخے میں کل ۵۸۸ اشعار تھے اور مقام قصہ مہنگرستان مرقوم تھا۔ حالاں کہ تمام دستیاب نسخوں میں اشعار کی تعداد ۵۹۱ ہے۔ اور مقام قصہ کا نام جھنگ سیال" لکھا ہوا ملتا ہے۔ متن کا یہ فرق غلط قرأت یا سہو کتابت کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ ورق کی کرم خوردگی کے سبب یہ لفظ صحیح نہیں پڑھا جا سکا ہے اور "جھنگ سیال" "جھنگرستان" بن گیا ہے۔

(۳) نسخۂ حیدرآباد ۔ ح

یہ نسخہ سر سالار جنگ میوزیم میں محفوظ ہے۔ اس سے بھی ہنوز استفادے کی کوئی صورت نہیں نکل سکی۔

(۴) نسخۂ حسرت موہانی (مطبوعہ) ۔ حسرت

تلاش و تفحص کے باوجود راقم الحروف کو یہ مطبوعہ نسخہ دستیاب نہ ہو سکا۔ لہٰذا اس کا براہ راست

[1] صحیح لفظ 'مثنوی' ہے [2] صحیح قرأت "حقیر" ہونی چاہیے۔

مطالعہ نہیں کیا جا سکا۔ پروفیسر مجنوں گورکھپوری نے اسی نسخے کو سامنے رکھ کر "مثنوی اسرار محبت" کے عنوان سے اپنا مضمون (مشمولہ تنقیدی حاشیے مطبوعہ ۱۹۴۵ء اور نکات مجنوں مطبوعہ ۱۹۵۷) تحریر کیا۔ انھی کے الفاظ میں نسخۂ مذکور کا تعارف درج ذیل کیا جاتا ہے۔

"حسرت موہانی نے "مجموعہ" کے نام سے تین مثنویوں کا مجموعہ شائع کیا ہے۔ جس میں پہلی مثنوی "سراپا سوز" ہے۔ جو ملک الشعرا قاضی محمد صادق خاں اختر کی ہے۔ دوسری مثنوی یہی "اسرار محبت" ہے۔ جو نواب محبت خاں کے نام سے ہے۔ اور تیسری مثنوی آغا علی شمس لکھنوی کی لکھی ہوئی ہے جس کا نام "طلعت الشمس" ہے۔ مولانا حسرت نے اپنے "مجموعہ" میں مثنوی اسرار محبت کے بعد محبت کی ایک فارسی غزل بھی درج کر دی ہے جس کے دو اشعار یہ ہیں۔

گر کشش من اثرے داشتے — یار بہ کویم گزرے داشتے
آنکہ جہاں را بہ نگہ زندہ کرد — کاش بما ہم نظرے داشتے

حصہ دوم

(۱) نسخۂ لاہور ۔ لا

مثنوی اسرار محبت کا یہ قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی ہمارے سامنے ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

مخطوطہ نمبر ۱۴/۸۷، صفحات ۶۹، مسطر سترہ سطری۔ خط نستعلیق اوسط نام کاتب ندارد، سنہ کتابت ۱۲۶۸ھ مخطوطہ مکمل اور اچھی حالت میں ہے۔

ابتدا۔ محبت نام اور ہر دل نگیں ہے
محبت سے کوئی خالی نہیں ہے

اختتام۔ کہی تاریخ یہ اس کی بہ صنعت
عجب قصہ ہے اسرار محبت

خاتمے پر ایک مختصر ترقیمہ بھی درج ہے؛

"تمت تمام شد بتاریخ بیست و دویم شہر ذی حج سنہ یکہزار دوصد ہجری مقدسہ

علی صاحب صلواۃ وسلام"

املا کی خصوصیات :- املا میں قدیم وجدید طرز نگارش کا امتزاج ملتا ہے۔ مثلاً

(الف) اچنبا، اچنبھا، مجکو، مجھ کو، دونو، دونوں، تڑہ پ، تڑپ، (بعض جگہ تڑپ بھی ملتا ہے) موںہہ، منہ، اوس، اُس، اودھر، اُدھر، وغیرہ لیکن ڈھونڈھ اور تھنبا کو جدید املا کے مطابق ڈھونڈ اور تھما لکھا گیا ہے۔

(ب) ک اور گ میں کوئی فرق نہیں کیا ہے۔

(ج) یائے معروف اور یائے مجہول میں بھی امتیاز نہیں برتا گیا ہے۔

(د) وہاں، یہاں، واں، یاں

(ہ) ٹ، ٹھ، ٹ، ٹھ

اغلاط کتابت : مخطوطے میں املا کی چند غلطیاں بھی موجود ہیں۔ مثلاً بحر کو بہر منسوب کو منصوب اور نبٹ کو نبٹھ لکھ دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں تحریفات کی بعض مثالیں بھی دیکھنے کو مل جاتی ہیں مثلاً "گرم رفتار" کو "نرم رفتار" (شعر نمبر ۱۶) "بے تابی" کو "بے خوابی" (شعر نمبر ۳۶۵) اور "سنتے ہی" کو "سننے سے" (شعر نمبر ۴۹) بنا دیا گیا ہے۔

(۲) نسخۂ کلکتہ = س

نواب محبت خاں محبت کے دیوان کا ایک قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں محفوظ ہے۔ اس کے آخر میں مثنوی "اسرار محبت" بھی شامل ہے۔ مثنوی کا فوٹو اسٹیٹ ہمارے سامنے ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

مخطوطہ نمبر یو۔ ۵۱ (U-51) متنِ مثنوی کے صفحات ۴۲، مسطر پندرہ سطری ۱۵، خط نستعلیق اوراق سالم، نام کاتب اور سنہ کتابت ندارد، قیاساً محبت خاں کی وفات کے بعد کا تحریر شدہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن متن کافی حد تک اعتبار کے قابل ہے۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے بعد مثنوی کی ابتدا ع "محبت نام اور ہر دل نگیں ہے" سے ہوتی ہے اور خاتمہ اس تاریخی مصرعے "عجب قصہ ہے اسرار محبت" پر ہوتا ہے۔

املا کی خصوصیات :- املا میں قدیم اور جدید انداز نگارش کا امتزاج ملتا ہے۔ مثلاً۔

(الف) تڑپھ ۔ تڑپ ، لوہو ۔ لہو ، اودھر ۔ اُدھر ، اوس ۔ اُس ، آپی ۔ آپہی ، رولایا ۔ رُلایا۔ معکوسی حرف "ٹ" پر کہیں چار نقطے لگائے گئے ہیں، کہیں دو نقطوں کے اوپر "ط" کا نشان بنا دیا گیا۔ دو ایک جگہ صرف "ط" کا نشان ہی رکھا گیا ہے۔ اس کے برخلاف دوسرے معکوسی حرف "ڑ" پر التزام کے ساتھ "ط" کا نشان بنایا گیا ہے۔

(ب) ک اور گ میں امتیاز نہیں کیا گیا ہے۔

(ج) یائے معروف اور یائے مجہول کا فرق ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے۔

(د) یاں ، واں کی بجائے یہاں ، وہاں لکھا گیا ہے۔

نسخے کا متن ایک حد تک نسخۂ لاہور سے مماثل ہے لیکن مخطوطہ املا کی غلطیوں سے پاک ہے

(۳) نسخۂ کراچی ۔ ک

مثنوی اسرار محبت کا یہ قلمی نسخہ انجمن ترقی اردو (پاکستان) کراچی کی ملکیت ہے اور امانتاً قومی عجائب گھر کراچی میں محفوظ ہے۔ اس کا فوٹو اسٹیٹ ہمارے سامنے ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے :

صفحات ، ۵۰، مسطر گیارہ سطری ، خط نستعلیق ، اوراق کرم خوردہ ہیں لیکن متن کی قرات میں دشواری نہیں ہوتی ۔ نام کاتب لالہ مٹکا رام، سنہ کتابت ۱۲۴۴ھ "یا فتاح" "رب یسّر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اور "تمم بالخیر" کی سرخیوں کے بعد "در حمد باری تعالیٰ ۔ ۔ ۔" کے عنوان سے مثنوی کی ابتدا اس مصرع "محبت نام اور ہر دل نگیں ہے" سے ہوتی ہے اور خاتمہ اس تاریخی مصرع "عجب قصہ ہے اسرار محبت" پر ہوتا ہے۔ مثنوی کے آخر میں مندرجہ ذیل مفصل ترقیمہ مع دو مہروں کے موجود ہے۔

"تمت تمام شد مثنوی[۱] نواب محبت خاں ولد حافظ رحمت خاں در قصہ سسی پنو فی التاریخ دویم شہر سوال[۲] بروز چہار شنبہ بوقت چاشت بدستخط حقیر پر تقصیر لالہ مٹکا رام ولد ڈال چند مر قوم ساکن اصالت پور چاری پرگنہ ۔ ۔ ۔ مضاف صوبہ

---

۱ یہ لفظ "مثنوی" ہے   ۲ "شوال" ہے۔

دارالخلافت شاہجہان آباد ۱۲۴۳ھ سنہ ہجری برائے خاطر داشت اخوندزادہ"
خود قلمی شد فقط

قاریا برمن مکن چندیں عتاب — گر خطائے رفتہ باشد در کتاب
آں خطائے رفتہ را تصحیح کن — از کرم واللہ عالم بالصواب (کذا)

آخر میں کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی کی مہر کے علاوہ کتب خانہ عبدالحق کی ایک مہر ہے اور یہ مہر صفحہ نمبر ۲ پر بھی ہے۔

املا کی خصوصیات : املا میں قدیم طرز نگارش کے اثرات نمایاں ہیں۔ مثلاً

(الف) ایدھر/اودھر بہ اِدھر/اُدھر، دیوانا بہ دوانا، دیکھانا بہ دکھانا، بیگانا بہ بگانہ، بھولانا بہ بھُلانا، اوس بہ اس، اون بہ اُن لیکن پانو، نپٹھ، تڑپھ، تھانب کو قدیم املا کے برعکس پاؤں، نپٹ، تڑپ اور تھام لکھا گیا ہے۔

(ب) ک اور گ میں امتیاز نہیں کیا گیا ہے۔

(ج) یائے معروف اور یائے مجہول میں بھی فرق نہیں کیا گیا ہے۔

(د) یاں، واں کی بجائے یہاں، وہاں لکھا گیا ہے۔

(ہ) "پڑھ" کو پہڑ اور "پڑھتی" کو پہڑتی اور پتھر، پہتر لکھا گیا ہے۔

تحریفات : نسخہ کتابت کی غلطیوں سے پاک ہے لیکن متن میں جا بہ جا تبدیلیاں ضرور کی گئی ہیں۔ سطور ذیل میں چند مثالیں بہ طور نمونہ درج کی جاتی ہیں :

اصل متن	تبدیل شدہ متن
(۱) محبت میں نہ ہو پروائے عالم	(۱) محبت . . . . . . عالم
محبت ہی کرے رسوائے عالم	محبت سے ہو پیدا ایک عالم
(۲) محبت اور ہی عالم دکھاوے	(۲) محبت . . . . . دکھاوے
محبت غم دو عالم کا بھلاوے	محبت غم جہاں کا سب بھولائے
(۳) بسے ہے یہ جہانِ عشق اسی سے	(۳) بسے ہے اوسی سے
کھلا ہے گلستانِ عشق اسی سے	درخشاں اخترِ عشق ہے اوسی سے

(۴) جلے ہے مہر اُس آتش میں ہر روز یہی ہے برق کو بھی سوز آموز	(۴) جلے ہے دیر اس آتش سے ہر روز یہی ہے . . . . سوز آموز
(۵) تو مضموں کہ کے اس قصے کا معلوم یہ ہے منثور کر تو اس کو منظوم	(۵) تو مضموں . . . . . معلوم یہ ہے مشہور کر تو اس کو منظوم
(۶) یہ بات اتنی لیے تجھ سے کہی ہے کہ مشق اس کی بہت تجھ کو رہی ہے	(۶) یہ بات اس واسطے تجھ سے کہی ہے کہ مشق . . . . . . رہی ہے
(۷) عجب صورت کی وہ بستی ہے دلکش کہ جس کو دیکھیے وہاں ہے پری وش	(۷) عجب . . . . . . دلکش درو دیوار اوس کا ہے منقش

مندرجہ بالا ترمیم شدہ متن کتابت میں کی گئی دانستہ تحریفات کی واضح مثال ہیں۔

نسخۂ مطبوعہ ۔ مط

انیس[19] صفحات پر مشتمل مثنوی اسرار محبت کا یہ نسخہ مطبع بیت السلطنت لکھنؤ سے چھپا ہوا ایک عام بازاری اڈیشن ہے۔ اس میں نہ تو مہتمم یا مالکِ مطبع کا کوئی اطلاعی بیان شامل ہے اور نہ مصنف کا نام اور سال طباعت جیسے ضروری امور کا اندراج ہی کیا گیا ہے۔ سرورق پر صرف یہ لکھا ہے:

"المنۃ للہ کہ قصہ مسمیٰ بہ مثنوی اسرار محبت در بیت السلطنت لکھنؤ طبع شد"

اور آخری صفحے پر خاتمے کی عبارت یہ ہے:

"للہ الحمد والمنۃ کہ بعنایت ایزد بیچوں نسخۂ اسرار محبت باتمام رسید"

پروفیسر مسعود حسن رضوی مرحوم نے اسی اڈیشن کو سامنے رکھ کر مثنوی زیر بحث اور اس کے مصنف پر پہلا تحقیقی و تنقیدی مضمون (مشمولہ رسالہ اردو اکتوبر ۱۹۳۱ء) سپرد قلم کیا تھا۔ چوں کہ کتاب میں کہیں مصنف کا نام نہیں ملتا لہٰذا قیاس اور قرینے کی مدد سے موصوف کو اسے محبت خاں کی تصنیف ثابت کرنا پڑا تھا۔

دراصل مثنوی کا یہ مطبوعہ نسخہ کسی وصف خاص کا حامل نہیں، قلمی نسخوں کے برعکس اس کا امتیازی وصف بس اتنا ہے کہ یہ ایک چھاپے خانے میں چھپا ہوا ہے اور اس کے

متن وحاشیے دونوں میں مثنوی کے اشعار درج ہیں۔ جہاں تک صحت متن و املا کا تعلق ہے، اسے غلط نویسی کا ایک مثالی نمونہ اور کسی محرّف قلمی نسخے کا نمائندہ کہا جا سکتا ہے۔

املا کی خصوصیات : املا میں عام طور پر خطی نسخوں کے طرز نگارش کی اتباع کی گئی ہے مثلاً۔

(الف) اودھر = اُدھر، اوس = اُس، دیوانا = دوانا، جسّی / جسّے / = جس سے، اوسی اوسے = اس سے، دیکھانا = دکھانا، بھولایا۔ بھلایا، پھولایا = پھلایا، تھانب = تھام وغیرہ لیکن پانو، تڑپھ اور بیٹھ کو جدید املا میں پاؤں، تڑپ اور بیسٹ لکھا گیا ہے۔

(ب) نون غنّہ پر التزام کے ساتھ نقطہ لگایا گیا ہے۔

(ج) یائے معروف اور یائے مجہول میں امتیاز کر کے تذکیر و تانیث کا فرق دور نہیں کیا گیا ہے۔

(د) یاں، واں کی جگہ یہاں وہاں لکھا گیا ہے۔

(ہ) دو چشمی (ھ) کی جگہ کہنی دار (ہ) کا استعمال کیا گیا ہے جیسے تہی (تھی)، پہر (پھر) لکھا گیا ہے انھیں تہی اور پہر بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

(و) لفظ کو توڑ کر لکھنے کی مثالیں بھی مل جاتی ہے۔ جیسے اٹھ تی بجائے اٹھتی۔

(ز) گاف پر دو مرکز لگا کر (قدیم طرز تحریر کے برعکس)، اسے "ک" سے ممیز کر دیا گیا ہے۔

اغلاط کتابت : کتابت میں کاتب کی کم سوادی کے نمونے بھی جا بجا دیکھنے کو مل جاتے ہیں۔ جیسے پوچھے = پہنچے، جہنگ خلخال = جھنک خلخال، بہر = بحر، پیٹھتا = پیٹتا، انکڑیاں = انکھڑیاں، باتی = باتیں وغیرہ

شرح الفاظ : غالباً قاری کی سہولت کی غرض سے کاتب نے بعض لفظوں کی شرح بھی کردی ہے۔ مثلاً "مانی" صٹ کے نیچے "مصوّر" اور "زعم" ص۱۸ کے اوپر "گمان" لکھ دیا ہے۔

طریقہ کار

مثنوی کی تدوین میں جن امور پر بہ طور خاص توجہ دی گئی ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) تدوین میں براہ راست چار نسخوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ وہ نسخے ہیں۔
(i) نسخۂ لاہور ۔ لا (ii) نسخۂ کلکتہ ۔ س، (iii) نسخۂ کراچی ۔ ک (iv) مطبوعہ نسخہ ۔ مط
ان میں اول الذکر دو نسخوں کو بوجوہ اساسی حیثیت حاصل رہی ہے اور کتاب میں انھی کے متن کو ترجیح دی گئی ہے اور بقیہ دو کے اختلافات پاورق میں درج کر دیے گئے ہیں۔

(۲) متن کو حتی الوسع تحریفات و ترمیمات سے پاک اور "منشائے مصنف" سے قریب تر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۳) قدیم انداز تحریر میں یائے معروف اور یائے مجہول کے درمیان عدم تفریق کی بنا پر بسا اوقات تذکیر و تانیث کی تمیز دشوار ہو جاتی ہے۔ اس قسم کے تمام اشتباہات حتی الامکان دور کر دیے گئے ہیں۔

(۴) الفاظ کے قدیم املا کو، وزن شعر میں فرق واقع نہ ہونے کی صورت میں موجودہ املا سے بدل دیا گیا ہے مثلاً: ایدھر، اودھر، جیدھر، اوس، ایک، پہونچنا وغیرہ کو ادھر، ادھر، جدھر، اس، اک اور پہنچنا بنا دیا گیا ہے۔ لیکن جہاں اس تبدیلی سے شعر یا مصرع کا وزن و آہنگ متاثر ہوتا ہے وہاں قدیم املا برقرار رکھا گیا ہے۔

(۵) قدیم طرز تحریر میں "یہاں" "وھاں" کو عام طور پر "یہاں" "وہاں" لکھا جاتا تھا اور یہاں وھاں بروزن "ناں" پڑھا جاتا تھا۔ ریاں، واں دراصل انھی لفظوں کی تبدیل شدہ صورتیں ہیں)، سودا و میر سے لے کر غالب کے زمانے تک ان لفظوں کا یہی املا اور تلفظ رائج تھا۔ زیر نظر مثنوی میں ایسے تمام مقامات پر "یہاں" "وھاں" لکھ کر اشعار کی موزونیت برقرار رکھی گئی ہے۔ اس کے برخلاف 'یہاں' بروزن "کہاں" پوری مثنوی میں چند اشعار میں نظم ہوا ہے چناں چہ ان موقعوں پر اسے رائج الوقت املا کے مطابق ہی لکھا گیا ہے۔

اور لفظ "نہیں" اس مثنوی میں متعدد بار آیا ہے لیکن صرف دو جگہ موجودہ املا کے مطابق تحریر کیے جانے کے باوجود "کیں" کے وزن پر نظم کیا گیا ہے اس لیے ہم نے اِسے اِن دو جگہوں پر "نھئیں" بنا دیا ہے۔

(۶) ایسی قرأتیں جو اُس دور کے تلفظ کی نمائندگی کرتی ہیں، بدستور باقی رکھی گئی ہیں جیسے تڑپھ۔

غالب کے زمانے تک تڑپھ کا املا یہی تھا۔ چناں چہ وہ لکھتے ہیں "تڑپھنا" ترجمہ ہے "تپیدن" کا۔ املا یوں ہے، نہ تڑپنا۔ بائے فارسی اور نون کے درمیان ہائے مخلوط التلفظ ضرور ہے۔" خطوطِ غالب ص۱۲۱

(۷) قدیم اندازِ تحریر میں غیر ضروری اعلانِ نون کے سبب بھی شعروں کی قرأت میں دشواری ہوتی تھی۔ زیرِ تدوین مثنوی کے قلمی نسخوں کے علاوہ مطبوعہ نسخے میں بھی نون غنہ پر نقطوں کا التزام کیا گیا ہے۔ چناں چہ متعدد اشعار ناموزوں ہو گئے ہیں۔ ایسے تمام مقامات کی اصلاح کر دی گئی ہے۔

(۸) قدیم طرزِ املا میں "ک" اور "گ" دونوں حروف کے لیے ایک ہی مرکز رائج تھا۔ نتیجتاً "کل" کو گل "کو" کو "گو" "کام" کو گام" یا ان کے برعکس پڑھا جانا معمولاتِ قرأت میں شامل تھا۔ لیکن آج مرتب کی ذمے داری ہے کہ وہ ایسے تمام مقامات پر "ک" اور "گ" کے فرق کو واضح کر دے۔ زیرِ نظر مثنوی میں گاف پر دو مرکز لگا کر اس طرح کے اشتباہات دور کر دیے گئے ہیں۔

نسیم احمد

شعبۂ اردو
بنارس ہندو یونیورسٹی، وارانسی

مثنوی اسرار محبّت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱ محبت نام اور ہر دل نگیں ہے   محبت سے کوئی خالی نہیں ہے
۲ جو سمجھو ذات مطلق فی الحقیقت   محبت ہے، محبت ہے، محبت
۳ محبت بوئے گُل، گُل ہے محبت   محبت جزو اور کُل ہے محبت
۴ محبت باطن اور ظاہر محبت   محبت اوّل اور آخر محبت
۵ محبت سے مزے کیا کیا ہوں در پیش   محبت ہے نمک ریزِ دلِ ریش
۶ محبت ہی سے بھڑکے گلخنِ دل   محبت ہی سے برقِ خرمنِ دل
۷ محبت سے ہر اک ہو مست و مدہوش   محبت ہی کرے از خود فراموش
۸ محبت ہی سے نکلے آہِ جاں سوز   محبت دل کو دے داغِ دل افروز
۹ محبت چشم کو دے اشک باری   محبت دل کو سونپے بے قراری
۱۰ محبت میں نہ ہو پروائے عالم   محبت ہی کرے رُسوائے عالم
۱۱ محبت اور ہی عالم دکھاوے   محبت غم دو عالم کا بھلاوے
۱۲ محبت نے کیا کتنوں کو برباد
محبت میں موئے مجنون و فرہاد

ل۱ نام در دل ہر نگیں (مط)، ل۴ ظاہر اور باطن (ک)، باطن و ظاہر (مط)،
اوّل و آخر (ک، مط)، ل۶ محبت سے ہی بھڑکی (مط)، محبت ہی سے برق (ک، مط)،
ل۷ محبت سے ہو ہر ایک (مط)، محبت ہی سے ہو از خود (مط)
ل۹ سونپے داغ داری (مط) ل۱۰ ل۱۲ محبت ہے ہویدا ایک عالم (ک)،
ل۱۱ غم جہاں کا سب بھلا دے (ک)،

در بیان جذبۂ محبت

۱۳ رکھے ہے جذبۂ صادق محبت — کرے معشوق کو عاشق محبت
۱۴ محبت ہی سے ہو بے تاب بلبل — محبت ہی سے ہو ٹکڑے دلِ گُل
۱۵ محبت ہی سے قمری جان کھو دے — محبت بارِ دل شمشاد کو دے
۱۶ محبت سے تنِ پروانہ ہو خاک — محبت کر دکھاوے شمع کو خاک
۱۷ کرے بے خود سودہ مے بے محبت — خدا جانے کہ کیا شے ہے محبت
۱۸ محبت سے ہر اک جیحوں ہے لبریز — محبت سے خُمِ گردوں ہے لبریز
۱۹ کہوں کیا میں کہاں تک ہے محبت — زمیں سے آسماں تک ہے محبت
۲۰ محبت کا نہ جوں گل جس میں ہو رنگ — وہ دل ہے بے محبت بدتر از سنگ
۲۱ محبت دل کو کر دیوے دِوانہ — محبت ہی سے ہو اپنا بیگانہ
۲۲ محبت ہی دلوں میں سب کے دے درد — نہ ہو جس کو محبت وہ ہے بے درد
۲۳ محبت جلوہ گر ہے یہاں ہر اسلوب — محبت ہے غرض نام خدا خوب
۲۴ کِھلا ایسا ہے بُستانِ محبت
یہ پھولا جس سے ریحان محبت

---

۱۴ ٹکڑے دلِ گل (مط) ۱۶ دل پروانہ ہو چاک (مط) ۲۰ جو گل (ک)
۲۲ سب کو دے (ک) ہے وہ بے درد ۲۴ پھلا ایسا ہی (مط)

"در نعت سیّدالمرسلین، خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم" [۱]

۲۵ محمد مصطفیٰؐ، رنگِ گُلِ عشق — وہ زلف اُس کی، بہارِ سنبلِ عشق
۲۶ کیا معشوق ہو کر اُس نے طے عشق — اُسی کو عشق ہے اور عشق ہے، عشق
۲۷ وہی مصدوق صادق اور وہی عشق — وہی معشوق و عاشق اور وہی عشق
۲۸ وہی ہے آفتابِ انورِ عشق — اُسی سے ہے درخشاں اخترِ عشق
۲۹ وہی ہے نورِ شمعِ خانۂ عشق — ہر اصحاب اُس کا ہے پروانۂ عشق

"در منقبتِ جنابِ امیرالمومنین حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ" [۲]

۳۰ اُسے ہے عشق جو نفسِ نبیؐ ہے — اسے ہے عشق جو مولا علیؑ ہے
۳۱ کہ وہ مشکل کشا ہے قابلِ عشق — ہوئی آساں اُسی سے مشکلِ عشق
۳۲ بسے ہے یہ جہانِ عشق اُسی سے — کھلا ہے گلستانِ عشق اُسی سے
۳۳ رکھ اُس بحرِ ولایت سے سرِ عشق — کہ ہے وہ آبروئے گوہرِ عشق

"در بیانِ اسرارِ عشق" [۳]

۳۴ بیاں کرتا ہوں اب اسرارِ عشق آہ — عجائب رنگ کے ہیں کارِ عشق آہ
۳۵ نہ چھوڑے ہر نہ چھوڑے جان و دل عشق — کہ ہے غارت گرِ ایمان و دل عشق
۳۶ یہ آتش کب بجھے ہے لگ کے جاں کو — اِس آتش نے جلایا اک جہاں کو

ف ۲۵ "وہ زلف" (لا) "وہ زلف ان کی" (ک)، "بہاری سنبل" (مط) ف ۲۶ "انھی کو عشق" (ک)،
ف ۲۷ "معشوق عاشق" (ک)، ف ۲۹ "ہر اصحاب ان کا" (ک)، ف ۳۱ "مایلِ عشق" (ک)،
ف ۳۲ ۲۸ "درخشاں اخترِ عشق ہے اسی سے" (ک)، "بہر ولایت" (لا)،
ف ۳۶ "یہ کب آتش" (مط) "جلایا جگ جہاں کو" (لا)
ف ۱ "در نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم" (ک)، "در نعت حضرت سیّد المرسلین" (مط)
ف ۲ "عنوانِ ندارد" (ک)، "در منقبتِ امیر المومنین امام المتقین علی ابن ابی طالب علیہ السلام" (مط)
ف ۳ "در بیانِ اسرارِ عشق و تاثیر کردنِ میگوید" (ک)

۳۷ سبھی کچھ پھونک دے جیدھر ہو سرکش — یہ آتش ہے، یہ آتش ہے، یہ آتش
۳۸ یہ آتش جس کے سر پر شمع ساں آئے — تو یہ بھڑکے کہ قدموں سے گزر جائے
۳۹ یہ آتش سب میں چمکے ہے بہ ہر رنگ — نہیں اس آگ سے خالی دلِ سنگ
۴۰ یہ آتش کوہ میں بھڑکے جو آکر — تو دم میں توتیا کر دے جلا کر
۴۱ یہ آتش وہ کہ ہے پانی میں موجود — اٹھے ہے دم بہ دم دریا سے بھی دُود
۴۲ نہ کیوں کر شمع دے اس کو چراغی — دلِ مہ ہے اِسی آتش سے داغی
۴۳ جلے ہے مہر اس آتش میں ہر روز — یہی ہے برق کو بھی سوز آموز
۴۴ غرض آتش ہے یہ ایسی شرربار — کہ ہے جس کا نمونہ کرۂ نار
۴۵ اُدھر پہنچے جو یہ آتش اِدھر سے — زمیں پر آسماں سے آگ برسے
۴۶ بیاں کس سے ہو اس آتش کی حرقت — غرض یہ آگ ہے سوزِ محبت

دربیانِ تاثیرِ محبت

۴۷ نہ ہو دستِ تعقّل سے یہ تحریر — محبت کی ہے دور از عقل تاثیر
۴۸ جو اک پروانہ دے جی ہو کے قرباں — تو بھڑکے شمع کا بھی رشتۂ جاں

---

۴۰ طوتیا (ک)، طوطیا (مط) ۴۱ دریا سے یہ دود (مط)
۴۳ ع ۱ جلے ہے دیر اس آتش سے ہر روز (ک)، آتش سے (مط) ۴۴ آتش یہ ہے (ک)
۴۶ م ۱ بیاں کس سے ہو اس آتش کی حرمت (مط)

۴۹ اگر بلبل نہ ٹک آرام پاوے — تو غنچہ بے کلی سے تنگ آدے
۵۰ چکو ایک ہو جو بے تابی سے غمگیں — تو پھر بدر فلک گھٹ جائے وہیں
۵۱ جو درد دل سے بدلے رنگ حربا — تو ہو خورشید غرق خوں سراپا
۵۲ رگ مجنوں پہ جب نشتر لگایا — وہیں لیلیٰ کا خوں جوشش میں آیا
۵۳ اثر دیکھا عجب اُس کا میں صادق — نہ معشوق اس سے چھوٹے ہے نہ عاشق
۵۴ محبت نے بہت بے جاں کیے ہیں — کہوں کیا جو جو کارستاں کیے ہیں
۵۵ اِنھیں میں سے یہ ایک افسانۂ عشق — بیاں کرتا ہوں میں دیوانۂ عشق

"درذکرِ فرمائش صاحبِ والامناقب، قدردانِ مخلصان مسٹر جانسن صاحب" ۱

۵۶ کہ فرمائش ہے یہ اک نکتہ داں کی — شفیق و قدردان و مہرباں کی
۵۷ وہ ایسا صاحبِ والامناقب — کہیں والامناقب جس کو صاحب
۵۸ وہ مثلِ جان و عالم جملہ تن ہے — تبھی نام اس کا مسٹر جانسن ہے
۵۹ لگا دے ہوش اس جا وہ سخن داں — جہاں ہو عقل کی بھی عقل حیراں
۶۰ کہا دے کیوں نہ مرزا یہاں وہ صاحب — کہ ہے فخرِ فرنگستاں وہ صاحب

---

۵۰ چکورا ایک (لا) جائے وہیں (لا) گھٹ جا دے (ک، مط) ۵۱ عکسہ تو خورشید ہو غرق خوں میں سراپا (ک)، شرق خوں (مط) ۵۲ رگ لیلیٰ پہ (ک) وہیں مجنوں کا (ک)، ۵۳ عجب میں اُس کا (مط)، ۵۴ کیا ہیں جو (لا) ۵۶ مہربان و قدرداں (لا) ۵۸ سبھی نام (مط)

۱ دربیان سبب تصنیف کتاب میگوید (ک)، درذکر .... قدردانِ دوستاں" مسٹر جانسن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ (مط)

۶۱ رقم کچھ اس کی خوبی ہو جو ہم سے — تو ہو کارِ فرنگ اپنی قلم سے
۶۲ سراپا اُس کو کیا کہیے کہ کیا ہے — وہ اک ذہنِ ذکا، طبعِ رسا ہے
۶۳ بسا دے وہ دلِ ویراں میں بستی — ہے اُس میں شیوۂ عاشق پرستی
۶۴ روا عاشق کی کر دے اِحتیاج آپ — نہ کیوں کر، وہ کہ ہے عاشق مزاج آپ
۶۵ زبس ہے مجھ میں اور اُس میں محبت — بہم آپس میں تھے ہم گرمِ صحبت
۶۶ سدا بزمِ طرب تھی وھاں مہیّا — سدا رہتا تھا مجمع گل رخوں کا
۶۷ قضارا یہ ہوا اک روز مذکور — کہ افسانہ ہے اک دلچسپ مشہور
۶۸ وہ قصّہ سسّی اور پنّو کا ہے گا — اگر منظوم ہو جاوے تو اچھّا
۶۹ کہی القصّہ پھر بندے سے یہ بات — اگر ضائع نہ ہووے اس میں اوقات
۷۰ تو مضموں کر کے اِس قصّے کا معلوم — یہ ہے منثور، کر تو اِس کو منظوم
۷۱ یہ بات اتنے لیے تجھ سے کہی ہے — کہ مشق اِس کی بہت تجھ کو رہی ہے
۷۲ تجھے اِس عشق کے ہیں کار معلوم
محبت کے ہیں سب اَسرار معلوم

---

۶۳ دل حیراں (الا)، ۶۴ احتیاج اب (رک، مط)، مزاج اب (رک، مط)

۶۶ بزم طرب تھا (الا)، وہاں تھی (رک)، ۶۷ دلچسپ و مشہور (مط)

۷۰ یہ ہے مشہور (رک)، ۷۱ یہ بات اس واسطے تجھ سے (رک)

۷۳ پیا ہے تو نے بھی جامِ محبت   سراپا تو ہے ہم نامِ محبت
۷۴ ترے اشعار سن کر سب سخن داں   محبت کا اُسے کہتے ہیں دیواں
۷۵ پس اس قصے کا جلدی فکر کر تو   اسے منظوم کر کے دے تو مجھ کو
۷۶ سو اُس کی رغبتِ دل کر کے معلوم   کیا میں نے اس افسانے کو منظوم
۷۷ عجب قصہ عجائب ہے کہانی   کہ سن کر ہو دلِ فولاد پانی
۷۸ عجب کیا ہے مری سن کر یہ تقریر   بہا دے اشکِ خونی چشمِ تصویر
۷۹ سمجھتا ہی نہ ہووے جو دمِ سرد   جگر سے وہ بھی کھینچے آہ پُر درد
۸۰ نہ ہو خلقت میں جس کے عشق زنہار   اسے بھی زندگی ہو جائے دشوار
۸۱ عزیزو! کیا کروں اس کا بیاں ہائے   کہ مر جانے کی ہے یہ داستاں ہائے

تعریفِ مُلکِ جھنگ سیال

۸۲ عجائب اس کہانی کا ہے مذکور   کہ ہے گا جھنگ سیال اک مُلکِ مشہور
۸۳ بنایا حق نے ایسا اس مکاں کو   کہ جس پر رشک ہے باغِ جناں کو
۸۴ بہار اُس ملک کی لکھنی ہو دشوار
کروں پیدا نہ جب تک خطِ گلزار

ع۷۵ بس (مط)، ع۷۶ ان کی رغبت (مط)، ع۸۰ جس کو عشق (ک)،
ع۸۴ رشک سے ہو (س)

۸۵ سواد اس رنگ ہے اُس کا نمایاں ... خجل ہو دیکھ جس کو زلفِ خوباں
۸۶ عجب صورت کی وہ بستی ہے دلکش ... کہ جس کو دیکھیے وھاں ہے پری وش
۸۷ نہ دیکھا کوئی گھر ایسا کہ نت وھاں ... نہ لہراتا ہو بحرِ حسنِ خوباں
۸۸ ہر اک گھر خانۂ آئینہ رویاں ... نگہ جس کی پڑے سو رہ جائے حیراں
۸۹ دکھائی اُس طرح دیوے نظر کو ... مرقع جس طرح تصویر کا ہو
۹۰ غرض وہ عشق خیز ایسی زمیں ہے ... کوئی وھاں عشق سے خالی نہیں ہے
۹۱ خصوصًا تھا وہاں اک خانۂ عشق ... سب اُس گھر کے ہوئے دیوانۂ عشق
۹۲ بہ ظاہر گرچہ تھی وہ آپ محبوب ... دلے باطن میں تھی الفت سے منسوب

در شروعِ داستان و تعریفِ جمالِ سسّی و بیانِ عشق او[۱]

۹۳ شروعِ داستاں اب یہاں سے کیجے ... نہایت طولِ قصّے کو نہ دیجے
۹۴ کہ تھی اک ہیر اُس گھر میں پری زاد ... موئی ہو عشق میں رانجھا کے ناشاد
۹۵ اُسی کی عزتِ گل اک بھتیجی ... کہ جس کا نام ہے مشہور سسّی
۹۶ نہ اُس کے حسن کی گرمی بیاں ہو ... اگر تن شمع ساں سارا زباں ہو

ع۸۵ سوادش (ک)، ع۸۶ بستی ہے وہ (مط) دیکھتے (س)، ع۲ در و دیوار اس کا ہے منقّش (ک)،
ع۸۷ بہرِ حسن (مط)، ع۸۸ خانہ آئندہ رویاں (مط)، نگہ جس پر پڑے (ک)، ع۹۰ عشق
خیز انسی (مط)، ع۹۲ آپھ محبوب (ک)، دہاں باطن (مط)، ع۹۳ یہاں سے کیجیے (مط)،
ع۹۴ موئی ہو ہر (ک)، موئی تھی (مط)، ع۹۵ نام تھا (ک)،

[۱] عنوان :— آغازِ داستان در تعریفِ حسنِ سسی می گوید (ک)،
در شروعِ داستاں (مط)

۹۷ وہ کافر اُس کی دھج کیا کہیے کیا تھی — سراپا عشوہ و ناز و ادا تھی
۹۸ غرض تھی روشنیٔ خانہ وہ شمع — سب اُس کے گرد تھے پروانہ ساں جمع
۹۹ یہ گرمی حُسن کی اُس نازنیں پر — کہ گویا مِہر اُتر آیا زمیں پر
۱۰۰ سراسر اچپلاہٹ میں تھی یہ غرق — نہ رہتی ایک دم بجلی وہ جوں برق
۱۰۱ جو اُس کی دیکھتی وہ آنِ شیریں — فدا شیریں بھی کرتی جانِ شیریں

در بیانِ سراپا

۱۰۲ سراپا کیا لکھوں اس شمع رو کا — کہ تھی وہ حُسن کا شعلہ سراپا
۱۰۳ عیاں یوں موے سر تھے عنبر آلود — کہ جیسے شمع کے شعلے پہ ہو دُود
۱۰۴ ہر اک مو اس طرح کا دامِ خوبی — بلا گرداں ہو جس پر شامِ خوبی
۱۰۵ یہ کافر تھی درخشاں اُن میں وہ مانگ — دلِ مجنوں کو جو لیلیٰ سے لے مانگ
۱۰۶ دوپٹا چاند تارے کا زری باف — ق جو اوڑھے تھی کر اپنی پٹیاں صاف
۱۰۷ سما ہوتا تھا یوں، جیسے فلک پر — شبِ دیجور میں چمکے ہیں اختر

ق

۱۰۸ گُندھی چوٹی نظر اِس شکل آوے — کہ جوں مارِ سیہ لہریں دکھاوے

ع۹۷ عشوۂ ناز (لا)، ع۱۰۰ سراپا اچپلاہٹ (ک)، ع۱۰۱ اسی کی دیکھتی۔ (ذ رک)،
فدا شیریں تھی (ک)، ع۱۰۲ سروپا کیا لکھوں (س)، اس شعلہ رو کا (ک)،
ع۱۰۵ مط۲ دل لیلیٰ کو جو مجنوں سے نے مانگ (لا)، مجنوں کو لیلیٰ جو لے (ک)،
ع۱۰۶ دُوپٹا (مط)، ع۱۰۸ گوندی (س)، گوندی (مط)، کہ جیوں (مط)

۱۰۹ بہت سے تھا دلوں کا اُس میں مسکن — اچنبھا ہے کہ اک سانپ اور گئی من
۱۱۰ پریشاں رخ پہ یوں زلفیں تھیں یکسر — رگِ ابر سیہ جیسے ہو مہ پر
۱۱۱ نگہ بدرِ فلک کر اس جبیں پر — یہ بولا: کاش میں ہوتا زمیں پر
۱۱۲ جبیں سے ہو سکا اُس کی نہ ہم سر — یہی بس ماہ کے ہے داغ دل پر
۱۱۳ یہ خوں ریزی پہ تھی ابروے پُرخم ق — بہ یک جنبش کرے قتل دو عالم
۱۱۴ نہ ہو ناکشتگاں کا کس طرح ڈھیر — کہ ترکِ حُسن کھینچے تھا دو شمشیر
۱۱۵ مہِ نو کو اُس ابرو سا کہوں کیا — زمین و آسماں کا فرق ہے گا

ق

۱۱۶ دو گوش ایسے رکھے تھی وہ سمن بو — کہ پکڑیں جس کے آگے کان گُل رو
۱۱۷ وہ بحرِ حُسن گر دریا پہ جاوے — صدف کے منہ میں بھی پانی بھر آوے

ق

۱۱۸ وہ کیفی انکھڑیاں تھیں صورتِ جام — ولیکن اُن سے کیا ہے نسبتِ جام
۱۱۹ ہے اُن کے آگے جام اک چشم بے نور — غضب وہ انکھڑیاں ہیں چشمِ بد دور
۱۲۰ نگہ کا فرد وہ جس سے آ کے لڑ جاوے
تو گویا اُس پہ اک بجلی سی پڑ جاوے

ع۱۰۹ اچنبا (لا)، ع۱۱۰ زلفیں تھی (س)، ع۱۱۳ خوں ریزی میں تھی (مط)، کرے قتل (س، ک، مط)، ع۱۱۵ ابرو سے کہوں (ک)، ع۱۱۶ جس آگے (لا)، ع۱۱۷ وہ بحر حُسن (س)، مر دہ بحر حسن جب دریا پہ جاوے (مط)، بھر آے (مط)، ع۱۱۸ انکڑیاں (مط)، ع۱۱۹ ہے انکی آگے (ک)، انکھڑیاں سے چشم (لا)، انکڑیاں (مط)، ع۱۲۰ نظر کا فرد (ک)،

۱۲۱ کرے مژگاں جھپک کر کچھ جو تقریر — دلوں کے پار ہووے دستۂ تیر
۱۲۲ یہ گرمی اس کے رخ پر جس کی کر دید — جلے تھا آتشِ حسرت سے خورشید
۱۲۳ ق رُخ اُس کا گرچہ شعلہ حُسن کا تھا — نظر کو خیرگی ہو جس سے پیدا
۱۲۴ ولے بھڑکے تھا دُونا گر کرو غور — جھپک سے دامنِ مژگاں کی فی الفور
۱۲۵ ق وہ بینی اس مہ دل جُو نے پائی — کہ جس نے اُس کو خود بینی سکھائی
۱۲۶ نہ لاثانی ہو کیوں کر فی الحقیقت — کہ ہے وہ سایۂ انگشتِ وحدت

ق

۱۲۷ بلندی حُسن کی بینی دکھاوے — پھڑک نتھنوں کی دل کو تلملاوے
۱۲۸ اور اُس کی نتھ کا یہ پیارا ہے حلقہ — کہ گویا حُسن نے مارا ہے حلقہ
۱۲۹ وہ موتی اور وہ چُنّی دیکھیے جب — تو گویا ہیں وہ یک جان و دو قالب
۱۳۰ لبِ لعل اُس کے سے شرمندہ ہو یھاں — چھپا جا سنگ میں لعلِ بدخشاں
۱۳۱ وہ دنداں آب دار اُس سیم بر کے — کہ سوراخ اُن سے ہے دل میں گھر کے
۱۳۲ کروں کیا خوبیٔ لب کی میں تقریر
قیامت اُس پہ تھی مستی کی تحریر

---

۱۲۱ وہ تقریر (ک)، پار ہوویں (ک)

۱۲۳ جیسے پیدا (ک)

۱۲۴ چھپک (س لا)

۱۳۱ ودنداں (مط)

۱۳۲ کہوں کیا خوبی (ک)

۱۳۳ تبسّم میں نظر اِس رنگ وہ آے — کہ غنچہ جیسے نافرماں کا کھل جاے

ق

۱۳۴ وہ تنگیٔ دہن گر دیکھ پاوے — تو پھر خجلت سے غنچہ مُنہ چھپاوے
۱۳۵ زباں کھولوں اگر وصفِ دہاں پر — سخن ہو جاے گم میری زباں پر
۱۳۶ کوئیں کیا کیا جھکاوے عشق اُسے آہ — جسے چاہِ زنخ کی اُس کے ہو چاہ
۱۳۷ جو دیکھیں آئنہ رو وہ زنخداں — زنخ زانو پہ دھر رہ جائیں حیراں
۱۳۸ کوئی غبغب کی کیا خوبی بتاوے — گلے سے جس کو وہ مہ رو لگاوے
۱۳۹ نہیں گردن کی کچھ تعریف ہوتی — وہ ہے گویا صراحی دار موتی
۱۴۰ یہ ساعد پر نزاکت تھی نمودار — رگِ گل کی بھی نسبت جس پہ ہو بار
۱۴۱ کلائی یہ کہ گویا وہ کلائی — خدا نے اپنے ہاتھوں سے بنائی
۱۴۲ حنا سے سُرخ تھا یوں پنجۂ ماہ — کہ جوں خوش خط لکھیں سُرخی سے اللہ

ق

۱۴۳ بھلا دوں کس سے نسبت اُن کچوں کو — جو میداں حُسن کے سے لے گئیں گو
۱۴۴ عیاں وہ گلشنِ خوبی میں تھیں یوں — کہ جیسے دو انار اک شاخ میں ہوں

---

۱۳۴ وہ تنگی دہن کی گر (س)، جو تنگی دہن کی گر (مط)
۱۳۵ سخن ہو جاوے کم (مط)
۱۳۶ کوئی کیا کیا (لا، س، ک)
۱۳۷ جو دیکھے (مط) رہ جاے (مط)
۱۴۰ گل کی بہ نسبت (ک)
۱۴۱ کلا ہی یہ (ک)
۱۴۲ کہ جیو (ک)

۱۴۵ غلط ہے یہ، انار ایسے کہاں ہیں — وہ قصرِ حسن کی دو بُرجیاں ہیں

۱۴۶ یہ گوری گول اونچی پیاری پیاری — کہ جو دیکھے کرے جی اُن پہ واری

۱۴۷ چلے خوباں میں جب وہ دھج بدل کر — تو پھر رہ جائیں سب ہاتھ مل کر

۱۴۸ اگر دیکھے اُنھیں نامردِ ذاتی — عجب کیا وہ بھی کوٹے اپنی چھاتی

۱۴۹ بہارِ حسن کو ناف اُس کی دے آب — کہ ہے وہ لُجّۂ خوبی کا گرداب

۱۵۰ کہوں وصفِ کمر سو کیا ہے امکاں — کہ کب محسوس ہوتی ہے رگِ جاں

۱۵۱ کروں کیا ظاہر اب وصفِ نہاں کو — حیا کہتی ہے تھام اپنی زباں کو

۱۵۲ مگر زانو پہ تھی ایسی صفائی — کہ جوں آئینے میں دے مُنہ دکھائی

۱۵۳ جو وصف اُس ساقِ سیمیں کا سنے ہے — بہ حسرت شمع رو رو سر دُھنے ہے

۱۵۴ کہوں اس پُشتِ پا سا کیوں کے مہ کو — مقابل اُس کے ہووے مُنہ تو دیکھو

۱۵۵ کفِ پا پر نہ وہ رنگِ حنا تھا — کسی عاشق کا خوں پانوں پڑا تھا

ق

۱۵۶ قدِ موزوں وہ جب اپنا دکھا جائے
اور اُس کی فُندُقِ پا تک نظر آئے

---

۱۴۷ خوبوں میں (ک)

۱۴۸ دیکھے اسے (ک)

۱۵۰ کمر ہو کیا ہے (ک)

۱۵۱ تھا نب (مط)

۱۵۲ کہ جو آئینہ (ک)، میں منہ دے دکھائی (لا)

۱۵۳ بہ حیرت شمع (مط)

۱۵۶ اور اس میں فرق کر پا تک نظر آئے (ک)

۱۵۷ تو حیرت سے ہوں سب کو پر یکھے — تنِ شمشاد میں غنچے نہ دیکھے
۱۵۸ جھنک خلخال کی تھی کیا قیامت — کہ ہر سو جس سے تھی برپا قیامت
۱۵۹ کہوں کیا خوبیاں اُس رشکِ گل کی — ق — صفائی اور نزاکت یہاں تلک تھی
۱۶۰ جو ہوٹک فرشِ گل پر گرمِ رفتار — رگِ گل پشتِ پا سے ہو نمودار
۱۶۱ یہ زرق و برق اور یہ غرقِ زیور — ق — نہ ٹھہرے ٹک نگہ اس ماہ رو پر
۱۶۲ بہ وقتِ شام گر وہ بام پر آئے — خجالت سے وہیں خورشید چھپ جائے
۱۶۳ نہ سج دھج اُس کی ہو مانی سے تحریر — وہ گویا حُسن کی تھی ایک تصویر
۱۶۴ سبھی حیرت سے اُس کے تھے دیدار — وہ اک یوسف تھی اور لاکھوں خریدار
۱۶۵ یہ گرمی اُس کے تھی ہر اک سخن میں — کہ آتش سی لگا دے جان و تن میں
۱۶۶ شرف رکھتی تھی یہ اپنے محل میں — کہ جوں خورشید ہو برجِ حمل میں
۱۶۷ اگرچہ حُسن میں تھی آپ یکتا — ولے دم مارتی تھی عاشقی کا
۱۶۸ تو بس اتنے لئے وہ غیرتِ حور
بہ حسن و عشق تھی معروف و مشہور

---

۱۵۷ تن شمشاد (مط)
۱۵۸ خلخال کی کیا تھی (ک)، جھنک (لا)، جھنگ (مط) ع۲ کہ ہووے جس سے برپا قیامت (ک)
۱۵۹ رنگ گل کی (لا)، نزاکت اور صفائی (مط)
۱۶۰ نرم رفتار (لا)
۱۶۲ وہیں خورشید (ک، لا، مط)
۱۶۳ وگویا (ک)
۱۶۷ اگرچہ عشق میں (ک)
۱۶۸ ۱؎ اسی اوصاف سے وہ غیرت حور (مط)، بحسن و عشوہ تھی معروف مشہور (ک)

ذکر نمودن شخصے باستی کہ در باغ تو قافلہ آمدہ است[1]

۱۶۹ بیاں کرتا ہوں اب ذکرِ محبت — کہ تھی ہم قوم اس کی ایک عورت
۱۷۰ قضارا اُس نے کی اک دن یہ گفتار — کہ تیرے باغ میں اے رشکِ گلزار
۱۷۱ عجب اک قافلہ اُترا ہے رنگیں — کہ رکھتا ہے متاعِ حُسن و تمکیں
۱۷۲ وہ بلوچوں کا شاید کارواں ہے — کہ جس میں رشکِ گُل ہر اک جواں ہے
۱۷۳ یہ سنتے ہی سخن وہ غیرتِ گل — چلی گھر سے چمن کو با تجمّل
۱۷۴ ہوا یوں گھر سے اُس دم اُس کا جانا — کہ جیسے جان ہو تن سے روانا

تعریفِ باغ[2]

۱۷۵ بصد ناز و ادا پہنچی وہ تا باغ — عجب رنگیں وہ اُس گل رُو کا تھا باغ
۱۷۶ وہاں پھولے تھے یوں گل ہائے بُستاں — کہ تھے خجلت دہِ رخسارِ خوباں
۱۷۷ ہر اک سُنبل کا ایسا پیچ تھا خوب — کہ بَل بَل جائے جس پر زُلفِ محبوب
۱۷۸ رکھے یہ راستی کا سروِ عالم — قدِ موزوں ہو جس کو دیکھ کر خم
۱۷۹ کرے سورج مکھی کی دھاں جو کوئی دید — تو ذرّہ خوش نہ آوے روئے خورشید
۱۸۰ فزوں تھا اختروں سے جوشِ گل دھاں — کِھلے تھے اِس قدر گل ہائے بُستاں

---

۱۷۱ حسن و غمگیں (مط)
۱۷۴ اس کا جاناں (ک)، روانا ں (ک)
۱۷۵ بلوپنچی (مط)
۱۷۹ مصرع اوّل: کرے سورج مکھی کو دہانی جو دید (مط)

[1] عنوان: "ذکر نمودن شخصی با لشادہ ستی کہ در باغ تو قافلہ بلوچان وارد شدہ است" (ک)،
"در بیان محبت" (مط)

[2] "در تعریف باغ می نویسد" (ک)

۱۸۱ بہ صد خوبی بہار اُس جا عیاں تھی | زمینِ باغ رشکِ آسماں تھی
۱۸۲ نظر وھاں جا کے ہو کیوں کر نہ بے حس | نہ اُٹھتی تھی اُدھر سے چشمِ نرگس
۱۸۳ ہر اک تھا غنچۂ گل جوں گلابی | شجر جھومیں تھے سب مثلِ شرابی
۱۸۴ جو کچھ ہر اک روِش پر تھی صفائی | کہاں یہ عارضِ خوباں نے پائی
۱۸۵ ہنڈولا اک روِش پر یوں نمودار | اُڑائی چرخ نے بھی جس سے رفتار
۱۸۶ بھرا نہروں میں تھا ایسا ہی پانی | کہ گویا تھا وہ آبِ زندگانی
۱۸۷ کسی جانب کو پھولوں کی مہک تھی | کسی جانب کو سبزے کی لہک تھی
۱۸۸ کہیں تو بلبلوں کے چہچہے تھے | کسی جانب کو کیفی بہبہے تھے
۱۸۹ منقش تھے سبھی در اور دیوار | در و دیوار سے پھولا تھا گُل زار
۱۹۰ جہاں میں باغ ایسا کوئی کم ہے | نمونہ جس کا اک باغِ ارم ہے

ق

۱۹۱ ہوئی جب آ کے وہ اُس جا خراماں | تو پھر پھولا سماتا تھا نہ بُستاں
۱۹۲ وے سمجھی نہ یہ وہ غیرتِ باغ
کہ دے گا یھاں فلک دل پر عجب داغ

---

۱۸۴ کہاں وہ عارض (ک)
۱۸۵ ع ہنڈولا ایک تھا پر یوں نمودار (مط)
۱۸۸ کیفی لہلہے تھے (مط)
۱۹۰ کوئی ایسا باغ (ک)
۱۹۲ عشرتِ باغ (مط)

۱۹۳ لگی جب سیر کرنے کارواں کی — تو دی دِکھلائی صورت اک جواں کی

تعریف[1] پنّو

۱۹۴ جواں ایسا کہ گر دیکھو سراپا — تو گلدستہ وہ باغِ حُسن کا تھا
۱۹۵ عرق آلودہ چہرے کا یہ عالم — کہ جیسے گل پہ ہوں قطراتِ شبنم
۱۹۶ وہ زلفیں اُس کے رخ پر تھیں اچنبھا — کہ ہوں یکجا گل و سنبل نہ پیدا
۱۹۷ یہ کیفی انکھڑیاں تھیں پُر خماری — کہ نرگس جس سے کھینچے شرمساری
۱۹۸ کوئی مارا نگہ کا تھا سِسکتا — کوئی چتون کو تھا حیران تکتا
۱۹۹ کریں ابرو جو اُس کی تیغ رانی — تو پھر مانگے نہ مارا اُن کا پانی
۲۰۰ کہوں کیا خوبی اُس چاہِ زنخ کی — کہ تھا سرسبز جس سے باغ خوبی
۲۰۱ غرض کیا کہیے وصف اس شعلہ خو کا — کہ تھا سرتا قدم وہ اک بھبھوکا
۲۰۲ وہ عشاقوں میں تھا یوں نوبہار ایک — کہ جوں بیمار سَو ہوں اور انار ایک
۲۰۳ وہ چھب تختی نظر آوے جو گا ہے — گلے سے دل لگا رکھنے کو چاہے
۲۰۴ صفائے سینہ تھی ایسی نمایاں
کہ دیکھ آئنہ بھی رہ جائے حیراں

---

۱۹۳ یہ شعر نسخہ (س) میں موجود نہیں
۱۹۵ عزق (ک)، ہو قطراب شبنم (س)
۱۹۷ انکھڑیاں تھی (مط)
۱۹۹ اس کا پانی (ک، مط) مانگیں (لا)
۲۰۱ ندارد (مط)
۲۰۲ تھا وہ نو بہار (لا)، تھا نور بہار ایک (مط)
۲۰۳ وہ چھب دھج تھی نظر (مط)، دل لگا لینے کو (ک)

[1] عنوان ندارد (لا، مط)، "در بیان تعریف حسن پنو می گوید" (ک)

۲۰۵ خراماں ہو جدھر وہ ماہ سیما — تو ہو ہر ہر قدم پر حشر برپا
۲۰۶ نگاہوں کے کہیں چل جائیں بھالے — اداؤں میں کسی کو مار ڈالے
۲۰۷ کوئی تھا کُشتۂ ناز و تغافُل — کوئی عاشق تھا پامالِ تجمّل
۲۰۸ بَلائے جانِ عاشق تھا وہ مرزو — کوئی آفت کا پرکالا تھا پنّو
۲۰۹ بہ سِنِ چار دہ وہ رشکِ مہ تھا — خَجِل، دیکھ اس کو ماہِ چاردہ تھا
۲۱۰ مقابل جو ہُوا ایک روز تھا مِہر — سواِس خجلت سے روگرداں ہوا مِہر
۲۱۱ بہ بزمِ گل رخاں تھا یوں وہ دل خواہ — ستاروں میں پھرے ہے جس طرح ماہ
۲۱۲ کہوں کیا، تھا دُرِ نایاب کیا وہ — سراپا غرقِ بحرِ حُسن تھا وہ
۲۱۳ یہ سج دھج اور یہ محبوب صورت — کہ تھا ایسا نہ کوئی خوب صورت
۲۱۴ قدِ موزوں سراپا رشکِ طوبیٰ — رُخ اُس کا آب ورنگِ باغِ خوبی
۲۱۵ وہ زلف و چشم و ابرو، قدّ و قامت — بلا و فتنۂ و آفت، قیامت
۲۱۶ غرض صورت یہ تھی اُس دل رُبا کی
نمایاں جس سے تھی قدرت خدا کی

---

۲۱۰ مقابل جو ہوا ایک روز مذکور — کہ افسانہ ہے وہ ایک دلچسپ مشہور (ک،)

۲۱۱ یوں تھا (مط)

۲۱۴ رشک خوبی (مط)

۲۱۵ چشم ابرو (لا،ک،مط)

۲۱۷ء جب اُس رشکِ پری نے ٹک نظر کی — تو پھر جا کے نظر وھاں سے نہ سَر کی
۲۱۸ء یکا یک وہ ہوئے یہ محوِ دیدار — کہ جُنبش ہو گئی مژگاں کو دشوار
۲۱۹ء وہ گلشن کا تماشا سب بھُلایا — فلک نے اور ہی اک گل پھلایا
۲۲۰ء دل اُس گل رُو کا یوں بر میں پکارا — ہمیں تو بے کلی نے مُفت مارا
۲۲۱ء وہ مکھڑا پھول سا یوں ہو گیا ہائے — خزاں یک بار جوں گلشن پہ آجائے
۲۲۲ء اِدھر تو اِس کی یہ حالت بنی تھی — اُدھر اُس کے بھی دل کو بے کلی تھی
۲۲۳ء اِدھر تیرِ نگہ سے تھے یہ بسمل — اُدھر تھا تیغِ ابرو سے وہ گھائل
۲۲۴ء اِدھر یہ پاس جانے کا دھرے قصد — اُدھر وہ اٹھ کے آنے کا کرے قصد
۲۲۵ء نہ اُس رشکِ پری کا رہ سکا دل — دِوانا کر کے آخر لے چلا دل
۲۲۶ء چلے یوں بادۂ اُلفت کے سرشار — کہ ہو جس حال سے کیفی کی رفتار
۲۲۷ء وہ مستِ عشق جب اُس پاس آئی — تنِ بے جاں نے گویا جان پائی
۲۲۸ء بہم مل بیٹھے یوں دونوں وہ دل خواہ
قرانِ مُشتری جیسے ہو با ماہ

۲۱۷ء پری پر ٹک نظر (مط)، تو پھر جا کر (نظر) وہاں (س)، پھر جا کر (لا)

۲۱۹ء بھولایا (مط)، گل کھلایا (ک)، پھولایا (مط)

۲۲۳ء ع۱ ادھر تھی نیم بسمل سی یہ غافل (ک)

۲۲۴ء ندارد

۲۲۵ء رہ سکھا دل (مط)

۲۲۸ء یوں وہ دونو (لا)

۲۲۹ تکلّم تھا جو کچھ وقتِ ملاقات — تو وہ ہر ایک عشق انگیز تھی بات
۲۳۰ غرض دونوں طرف ظاہر ہوا عشق — جو کارِ عشق تھا سو کر چکا عشق
۲۳۱ ہوئی یہ مبتلا اُس شعلہ خو پر — وہ پروانہ ہوا اس شمع رو پر
۲۳۲ لگی دونوں طرف سے خوب ہی لاگ — دلوں کے بیچ بھڑکی عشق کی آگ
۲۳۳ نہ سمجھے پر نہ سمجھے وہ دوانے — کہ عشق آخر لگا دے گا ٹھکانے
۲۳۴ جب الفت کے ہوئے باہم حکایات — کہی ستی سے تب پنّو نے یہ بات
۲۳۵ مجھے یہ سوچ ہے اے غیرتِ حُور — فلک ہے تفرقہ پرداز مشہور
۲۳۶ یہی یہ چرخِ کج رفتار چاہے — نہ یک جا شاد ہوں دو شخص گاہے
۲۳۷ کرے پیدا خزاں کو بے تامّل — جو بولے گل سے بلبل اور ہنسے گل
۲۳۸ پس اب میں کیا کہوں اے غیرتِ ماہ — ہوا ہے عینِ شادی میں یہ غم آہ
۲۳۹ سحر ہوگا جو یہاں سے کوچ در پیش — کرے گی تیغِ فرقت دل، جگر ریش
۲۴۰ بہے گا چشم سے خونِ ناب دل کا
کروں گا فکر کیا بے تاب دل کا

---

۲۳۲ خوب سی لاگ (مط)
۲۳۷ بلبل اس سے اور گل (مط)
۲۳۸ بس (مط) عیش و شادی میں (ک)
۲۳۹ کوچ (ک)

۲۴۱۔ جُدا ہو وے گی جب تجھ سے دل آرام — تو بُر میں کیوں کے پاوے گا دل آرام
۲۴۲۔ پس اب بہتر ہے گر مانے تو یہ بات — گزاریں عشرتوں سے باہم اک رات
۲۴۳۔ خدا جانے فلک پھر کب ملاوے — بھلا حسرت یہ دل میں رہ نہ جاوے
۲۴۴۔ سُنی یہ بات جب اُس دل رُبا نے — تو پھر اُس کو لگی وہ یوں جتانے
۲۴۵۔ یہ تو نے مجھ سے کی تقریر کیسی — ہمارے ملک میں نہیں رسم ایسی
۲۴۶۔ جو پاوے فسق سے آلود گی عشق — ہے اس مُلکِ وفا میں عشق ہی عشق
۲۴۷۔ کرے یہاں شیوۂ فسق اب جو عاشق — کہیں عاشق نہ اس کو، ہے وہ فاسق
۲۴۸۔ یہ بولا سُن کے وہ: اے غیرتِ حور! — نہیں یہ بات تو مجھ کو بھی منظور
۲۴۹۔ کہ باندھوں فسق پر اپنی کمر میں — یکایک عشق کا کھودوں اثر میں
۲۵۰۔ مگر دل رہ نہیں سکتا، کروں کیا — ہم آغوشی کو جی چاہے ہے میرا
۲۵۱۔ بھلا ایسی میسّر ایک شب ہو — کہ ہو سینہ بہ سینہ، لب بہ لب ہو
۲۵۲۔ گزر جاوے مزے سے رات ساری
بس اتنی ہی تمنّا ہے ہماری

۲۴۲۔ بس (مط)
۲۴۵۔ ملک میں ہے رسم (مط)
۲۴۶۔ عشق یہ عشق (مط)

۲۵۳ سنی تقریر جب یہ حسبِ دل خواہ — تو پھر کہنے لگی راضی ہو وہ ماہ
۲۵۴ ذرا ہو جاوے شب، آؤں گی میں یہاں — نظر سے مردُماں کی ہو کے پنہاں
۲۵۵ بہانا کر کے خویش و اقربا سے — ملوں گی آن کر تجھ دل رُبا سے
۲۵۶ یہ کہہ کر گھر چلی وہ رشکِ گل زار — ولے جانا تھا وھاں سے سخت دشوار
۲۵۷ بہ ہر صورت وہ اپنے گھر کو آئی — کسی صورت سے لیکن کل نہ پائی
۲۵۸ کہیں جانے کا جلدی کر بہانا — ہوئی معشوق کی جانب روانا
۲۵۹ ہوئی تھی رات، وہ بیٹھا تھا بے تاب — کہ پہنچی اُس میں وھاں وہ رشکِ مہتاب
۲۶۰ مکانِ بے خلل کر اک معین — گئے دونوں وہاں وہ رشکِ گلشن
۲۶۱ لگے پھر عیش و عشرت ہونے باہم — اِدھر یہ شاد تھی اودھر وہ خرّم
۲۶۲ کہوں کیا کس مزے سے تھی ملاقات — میسّر کس کے تئیں ہوتی ہے یہ رات
۲۶۳ اُنھیں دیکھے تھا یوں حیران ہو ماہ — زمیں پر کس طرح نکلے یہ دو ماہ
۲۶۴ کبھی تھی وہ بلا گردان اُس کے
کبھی ہوتا تھا وہ قربان اُس کے

---

۲۵۴ ہو جائے (لا، مط)
۲۵۶ ع نکل گھر سے چلی وہ رشکِ گل زار (مط)
۲۵۷ کر جلدی (مط)
۲۶۰ وہاں اک رشکِ گلشن (مط)
۲۶۳ کبھی تھا وہ (مط)

۲۶۵ کبھی تو دیکھتے صورت ہی خاموش | کبھی ہوتے تھے آپس میں ہم آغوش
۲۶۶ کبھی تو سو مزے ہوتے تھے باہم | کبھی کچھ سوچ کر روتے تھے باہم
۲۶۷ کبھی تو وہ جواں کہتا تھا ہیہات! | قیامت کل کے دن لاوے گی یہ رات
۲۶۸ کبھی ہاتھ اُس کا وہ سینے پہ لاتی | اور اپنے دل کی بے تابی دکھاتی
۲۶۹ کبھی پھر ہو کے اِن باتوں سے غافل | لبوں سے کام دل کرتے تھے حاصل
۲۷۰ رہی یہ نصف شب تک اُن میں صحبت | کہ تھے سو سو طرح سے عیش و عشرت
۲۷۱ ہم آغوشی سے جب آرام پایا | یکایک خوابِ راحت اُن کو آیا
۲۷۲ بہم چسپیدہ تھے اِس رنگ خاموش | دو تصویریں کھنچیں جیسے ہم آغوش
۲۷۳ وہ سوئے اور ہوا فتنہ یہ بیدار | کہ مردُم ہو گئے اُن سے خبردار
۲۷۴ رفیق اور یار جو چوکے تھے وہاں | لگے ہونے سمجھ کر کچھ وہ ترساں
۲۷۵ مبادا کوئی وارث اُس کا آجائے | تو کیا جانے کہ ہم پر کیا بلا آئے
۲۷۶ تو بہتر ہے کسی صورت سے جا کر | اُسے لے آئیں آہستہ اُٹھا کر

---

۲۶۹ کام کو کرتے تھے (ک)
۲۷۴ رفیق و یار (س)
۲۷۵ کیا جانیں (س، ک)

۲۷۷ شرابِ وصل سے تھا وہ جو سرشار — بہت مشکل تھا ہونا اُس کو ہشیار
۲۷۸ کہ ناگہہ تفرقہ پرواز جا کر — اُسے آہستہ لے آئے اُٹھا کر

"در بیانِ جُدا شدنِ پنوّاز سسّی و دیوانہ شدنِ او در فراقِ پنوّ"[۱]

۲۷۹ جُدا سسّی سے پنّو یوں کیا ہائے — کہ جیسے جان ہو تن سے جُدا ہائے
۲۸۰ شرابِ عشق سے تھی وہ بھی سرشار — نہ ہوئی اس ماجرے سے کچھ خبردار
۲۸۱ دریغا! زیست دونوں کی نہ چاہی — ہوئے یکبارگی وہاں سے وہ راہی
۲۸۲ رہی سوتی ہی غافل یہاں یہ مہجور — ہزار افسوس! پہنچا قافلہ دور
۲۸۳ ہوئی جو خوابِ غفلت سے وہ بیدار — بیاں اُس وقت کا ہے سخت دشوار
۲۸۴ نہ دیکھا اُس نے جو بر میں وہ دلبر — عجب صورت سے تھی حیران و ششدر
۲۸۵ یہی رہ رہ کے آتا تھا پر یکھا — یہ تھا کچھ واقعی یا خواب دیکھا
۲۸۶ ہوا خونِ جگر آنکھوں سے جاری — لگا دل بر میں کرنے بے قراری
۲۸۷ یہ سینے میں پھڑکتا تھا دلِ زار — قفس میں جوں ہو مرغِ نو گرفتار
۲۸۸ نظر کر پیش و پس ایدھر اُدھر کو
لگی رونے وہ دھر زانو پہ سر کو

---

۲۷۷ ہوشیار (مط)

۲۷۹ پنو یوں ہوا ہائے (ک)

۲۸۱ دونوں کی کھوائی (مط)

۲۸۷ پھڑکتا تھا (ک)

۱ عنوان: ندارد (مط)

۲۸۹ ہوا یہ یک بہ یک حالِ تنِ زار — کہ ہو جیسے کوئی مُدّت کا بیمار
۲۹۰ ہوئے رخسارۂ گل گوں وہ ایسے — کہ مُنہ پر مُردنی پھر جائے جیسے
۲۹۱ ذرا جو وصل کی شب چین پایا — سو اُس نے دن قیامت کا دکھایا
۲۹۲ قرار و صبر نے مُنہ اُس سے پھیرا — یکایک درد و غم نے آن گھیرا
۲۹۳ نہ اس کو طاقتِ رفتار تھی آہ — نہ رہ سکتی تھی وھاں وہ غیرتِ ماہ
۲۹۴ عزیزو! کیا کہوں میں وہ دل افگار — ہوئی تھی اک مصیبت میں گرفتار

ق

۲۹۵ نہ بن آتی تھی وھاں اُس کو کوئی بات — پھر آخر دل میں ٹھہرائی یہی بات
۲۹۶ گریباں پھاڑ، مُنہ سے خاک ملیے — گیا ہے وہ جدھر اودھر ہی چلیے
۲۹۷ نہ ہووے پاس گر وہ یارِ جانی — تو ہے کس کام ایسی زندگانی
۲۹۸ یہ کہہ کر بے کلی وہ رشکِ گل زار — اُٹھ اِس سیج سے بہ چلی وہ رشکِ گل زار
۲۹۹ کہ ٹکڑے صورتِ گل تھا گریباں — وہ زلفیں مثلِ سُنبل تھیں پریشاں
۳۰۰ برہنہ پانو، عریاں سر چلی تھی
قیامت اُس کے دل کو بے کلی تھی

---

۲۹۶ خاک ملتے (مط) اودھر کو چلیے (ک)، چلتے (مط)

۲۹۸ یہ کہہ کر کے وہ نکلی رشک (ک)، یہ کہ کرتی بے کلی وہ رشک (مط)، بہ چلی وہ: ماہ رخسار (ک)

۳۰۱ یہ غم نے شکل کر دکھلائی اُس کی ملائی خاک میں رعنائی اُس کی
۳۰۲ لگی وہ جب زمیں پر پانو دھرنے قدم بوسی لگے خار اُس کی کرنے
۳۰۳ حنا کا اُس کفِ پا پر جو تھا رنگ سو وحشت نے عجب اُس کا کیا رنگ
۳۰۴ چلی وہ نقشِ پائے کارواں پر غزل یہ عاشقانہ تھی زباں پر

غزل

۳۰۵ بس اپنا کچھ نہیں اب آہ چلتا کہ دل کو لے گیا اک راہ چلتا
۳۰۶ سمجھتا تو یہی تھی راہ کی بات کہ مجھ کو بھی لیے ہمراہ چلتا
۳۰۷ چھلاوے کی طرح سے دل کو چھل کر رہا یک بار وہ دل خواہ چلتا
۳۰۸ نہ جاتی جان، گر چلنے سے اپنے مجھے بھی کر کے وہ آگاہ چلتا
۳۰۹ نہ سوتے بخت میرے گر سحر گاہ مجھے چونکا کے ٹک وہ ماہ چلتا
۳۱۰ گیا یوں بَر سے وہ دل بر یکا یک رہے جوں تن سے جی ناگاہ چلتا
۳۱۱ رکھا اب ناتوانی نے مجھے ٹھور نہیں زور اس پہ کچھ واللہ چلتا

اشعارِ مثنوی[1]

۳۱۲ یہ پڑھ پڑھ بیٹھتی تھی وہ سر اپنا رکھا تھا ہاتھ لا کر دل پر اپنا

---

۳۰۲ جب وہ (لا، مط)

۳۰۵ پس اپنا (ک)

۳۰۶ یہی تھی اک راہ کی بات (ک، مط)

۳۰۹ مصرع ۲ مجھے بیدا کر وہ شاہ چلتا (ک) یہ شعر مطبوعہ نسخہ (مط) میں موجود نہیں ہے۔

[1] عنوان ندارد (مط)

۳۱۳۔ دلِ محزوں لیے اور چشمِ پُرخوں — وہ پہنچی تا بیاباں شکلِ مجنوں
۳۱۴۔ جلاتی تھی جگر کو آگ غم کی — بسانِ برق تھی آہ اُس صنم کی
۳۱۵۔ یہ آہیں کھینچتی تھی وہ ستم کش — کہ لگ اٹھتی تھی صحرا کو بھی آتش
۳۱۶۔ ہوا غالب جو ضُعف اس نازنیں پر — گرایا ناتوانی نے زمیں پر
۳۱۷۔ سمجھ کر بستر اپنا صفحۂ خاک — بہ رنگِ نقشِ پا بیٹھی وہ غمناک
۳۱۸۔ یہ گردِ راہ سے تھا رنگ تغیّر — کہ جیسے خاک میں مل جائے تصویر
۳۱۹۔ کہوں کیا اُس کی تنہائی کا عالم — نہ تھا ہم رہ کوئی جُز رہزنِ غم
۳۲۰۔ نظر کر چار سُو، پھر ہو کے مایوس — لگی ملنے وہ اپنے دستِ افسوس
۳۲۱۔ دل و وحشت میں تھا یہ ربط و اخلاص — کہ دو شخصوں میں ہو جوں رابطہ خاص
۳۲۲۔ لگا دل کرنے بے تابی سے سازش — ہوئی آنکھوں کو بے خوابی سے سازش
۳۲۳۔ یہ وحشت اس کے مُنہ پر تھی نمایاں — کہ جوں بیٹھے کوئی مبہوت حیراں
۳۲۴۔ نہ آنکھیں دیکھتی تھیں صورتِ خواب
نہ تن میں کچھ رہی تھی طاقت و تاب

۳۱۳۔ وہ پہنچی (مط)

۳۲۱۔ دل اور وحشت (مط)

۳۲۵ نہ ہل سکتی تھی جا سے یوں وہ جاناں — کہ جیسے خشک ہو نخلِ گلستاں

"در بیانِ خبردار شدنِ مادر و پدرِ سسّی از دیوانہ شدنِ او"[1]

۳۲۶ غرض پہنچی گھر اُس کے یہ خبر جب — تو اُس کے باپ ماں اور اقربا سب

۳۲۷ چلے سب پیٹتے سر اپنے گھر سے — کہ آئی ہائے یہ آفت کدھر سے

۳۲۸ یہ پہتو کس نے سسّی کو دکھایا — جو اُس نے حال یہ اپنا بنایا

۳۲۹ وہ روتے پیٹتے افتان و خیزاں — چلے بستی سے آئے تا بیاباں

۳۳۰ وہ کنبا اُس کے جب نزدیک آیا — بہ زیرِ نخل اُس وحشی کو پایا

۳۳۱ عجب صورت سے وہ بیٹھی تھی خاموش — کہ سب کے دیکھتے ہی اُڑ گئے ہوش

۳۳۲ ہوا تھا عشق کا ایسا ہی آزار — کہ پہچانی نہ جاتی تھی وہ بیمار

۳۳۳ کیا تھا اُس سے طاقت نے کنارہ — گریباں صبر کا تھا پارہ پارہ

۳۳۴ جدھر تھا دھیان اُس کا، اُس طرف تھا — کوئی آوے، کوئی جاوے اُسے کیا

۳۳۵ وہ عالم سے کنارہ کر کے یک بار — رکھے تھی اور عالم سے سروکار

۳۳۶ یہ سچ ہے عشق میں مبہوت جو ہو
خبر کس کی رہے اُس بے خبر کو

---

۳۲۷ سر اپنا گھرے (ک)، ہائے آفت یہ (مط) ۳۳۰ ندارد (ک)

۳۳۳ طاقت نے کبارہ (مط)

۳۳۶ یہ سجھہ ہے (مط)

[1] عنوان ندارد (ک)

٣٣٧ یہ حالت اُس کی ماں نے جب کہ دیکھی — تو پھر کرنے لگی یہ چاپلوسی
٣٣٨ نہ رو ستی، نہ رو، میں تیرے قرباں — نہ کر احوال تو اپنا پریشاں
٣٣٩ یہاں سے اُٹھ کے چل اپنے مکاں میں — تجھے پُنّوں سے بہتر ہے جہاں میں
٣٤٠ نہ ہوتی اُس کی گر اُلفت زبانی — تو کیوں وہ چھوڑ جاتا اے دِوانی!
٣٤١ نہ تو بھی دل لگا ئن لے یہ مجھ سے — نہیں ہرگز محبّت اُس کو تجھ سے
٣٤٢ بہت تدبیر کی دل پھیرنے کی — ولے اودھر سے وہ مُنہ پھیر بیٹھی
٣٤٣ اور اپنی ماں سے یہ رو رو کہا پھر — نہ کہیو بات یہ بہرِ خدا پھر
٣٤٤ کہ یہ باتیں جلاتی ہیں مجھے اور — تسلّی دل کو نہیں ہوتی کسی طور
٣٤٥ پریشاں مجھ سے، تو مت کر یہ تقریر — یہ باتیں اور بھی کرتی ہیں دل گیر
٣٤٦ اگر ستی جہاں کو چھان مارے — تو ملتے ہیں کہاں پُنّوں سے پیارے
٣٤٧ تمھاری اب نہیں ہیں، اُس کی ہوں گی — تمنّا میں اُسی کی جان دوں گی
٣٤٨ مرا مت دھیان اودھر سے ہٹاؤ
خدا کے واسطے تم یہاں سے جاؤ

---

٣٣٧ مائی (ماں نے) اس کی (مط)
٣٣٨ احوال اپنا تو (رلا)
٣٣٩ بہتر ہیں (رک)
٣٤٠ اس کو کچھ الفت (مط)
٣٤٨ اودھر سے اٹھاؤ (ل). اودھر سے ہٹاؤ (مط)

۳۴۹ سُنی جب اُس کی لوگوں نے یہ تقریر — سخن سازی سے آخر کر کے تدبیر
۳۵۰ اُٹھا کر گھر میں لے آئے بہر طور — ہوئی آتے ہی بے تابی اُسے اَور
۳۵۱ بہا کر اشک خونیں چشم تر سے — پٹکتی تھی وہ سر دیوار و در سے
۳۵۲ وہ جب دیکھے تھی ہر سو ہو کے حیراں — نظر آتا تھا وہ گھر اُس کو زِنداں
۳۵۳ یہی کہتی تھی مَل مَل دستِ افسوس — کیا ہے کیوں مجھے یہاں لا کے محبوس
۳۵۴ عجب عنوان سے کٹتی تھیں راتیں — ق کبھی چُپ اور کبھی کرتی یہ باتیں
۳۵۵ گئی تھی میں دوانی کیوں سوے باغ — جو دل پر چرخ نے ایسا دیا داغ
۳۵۶ کبھی تو بسترِ غم پر بِلکنا — کبھی بالیں پہ سر دے دے پٹکنا
۳۵۷ کبھی رو رو کے آہیں سرد بھرنا — کبھی کچھ ذکر دل ہی دل میں کرنا
۳۵۸ کٹے تھی اِس طرح سے رات ساری — ق سَحر سے شام تک تھی اشک باری
۳۵۹ کسی سے سوزِ دل کہنا نہ اپنا — بہ رنگِ شمع جلنا اور کُھپنا
۳۶۰ فلک پر دیکھ کر تارے چمکتے
جگر پر اُس کے انگارے دہکتے

---

۳۵۱ اشکِ خونی (ک، مط)، دیوار در سے (ک، لا)

۳۵۹ اپنا نہ کہنا (مط) جلنا اور کھٹنا (ک، جلنا اور کھپنا (لا)، کھلنا (مط)

۳۶۱ نظر کرتی اگر ٹک جانبِ ماہ | تو داغ اک دل پہ پڑ جاتا وہیں آہ
۳۶۲ خیال اپنے کبھی دل میں یہ کر کے | ق جو لیٹے تھی وہ سر بالیں پہ دھر کے
۳۶۳ کہ ٹک آجائے آنکھوں میں اگر خواب | تو دیکھوں خواب میں اُس کو میں بے تاب
۳۶۴ نہ لگتی آنکھ تو کہتی یہ رو رو | جو خواب آوے تو آوے خواب میں وو
۳۶۵ گزرتی تھی جو بے تابی سے ہر شب | تو گھبرا کر وہ کہتی تھی کہ یا رب
۳۶۶ نپٹ جینے سے دل اندوہ گیں ہے | مری قسمت میں کیا مرنا نہیں ہے
۳۶۷ کہاں تک ایسے جینے سے غمیں ہوں | کہیں جلدی سے پیوندِ زمیں ہوں
۳۶۸ شتابی جانِ محزوں تن سے جاوے | کسی کی موت آئی مجھ کو آوے
۳۶۹ کوئی دن اُس پہ کٹتا تھا نہ ایسا | کہ ہو دل پر نہ داغ اک مہر جیسا
۳۷۰ یہ آتش عشق کی بھڑکی تھی تن میں | ق کہ پیدا تھی یہ سوزش ہر سخن میں
۳۷۱ کسی سے سوزِ دل کہتی تھی جب وہ | تو جل کر خاک ہو جاتا تھا سب وہ
۳۷۲ رہے تھی گھر میں اپنے یوں وہ بے تاب | کسی گلخن میں جوں شعلہ ہو بے تاب

---

۳۶۲ ۔ جو روتی تھی وہ (مط)

۳۶۵ ۔ جو بے خوابی سے ہر شب (لا)

۳۶۶ نپٹ جلنے سے دل (ک)

۳۶۸ تن سے جائے (س)، مجھ کو آئے (س)

۳۷۳ زبس غم تھا سبھوں کے دل پر اُس کا ہوا تھا خانۂ ماتم گھر اُس کا
۳۷۴ اُسے آتی تھی سمجھانے کوئی گر تو رہ جاتی تھی مَنہ اپنا سا لے کر
۳۷۵ جنونِ عشق جب ہوتا زیادہ نکل جانے کا کرتی تھی اِرادہ
۳۷۶ ولیکن چاہتے تھے لوگ ناداں کہ یہ گھُٹ گھُٹ کے اپنی دے نہیں جاں
۳۷۷ کہیں اِس میں جو فرصت اُس نے پائی نکل جاتی تھی وہ دے کر چکائی
۳۷۸ پھر اُس کو گھیر یوں لاتے تھے یک بار کریں جوں قید دیوانے کو ہشیار
۳۷۹ اُنھیں تو گھیر گھیر اُس جا سے لانا پر اُس وحشی کو صحرا ہی میں جانا
۳۸۰ کبھی مکھڑے پہ کر زلفیں پریشاں گریباں چاک کرتی تا بہ داماں
۳۸۱ کبھی صحرا میں کرنا شور و افغاں کبھی جا رَوندتی خارِ مغیلاں
۳۸۲ کبھی پھیلا کے دونوں پانو یک بار زمیں پر بیٹھ جاتی ہو کے ناچار
۳۸۳ کبھی گھبرا کے اُٹھ کر وھاں سے چلتی اُٹھا کر خاک اپنے منہ سے ملتی
۳۸۴ غرض دشوار تھا آرام آنا
کبھی اُٹھنا، کبھی پھر بیٹھ جانا

---

۳۷۵ ہوتا تھا زیادہ (ک)

۳۷۶ دے نہیں جاں (س، ک)

۳۷۷ دے کر جھکائی (مط)

۳۸۰ زلفِ پریشاں (ک)

۳۸۱ صحرا میں کرتی شور (ک)

۳۸۳ منہ پہ ملتی (مط)

۳۸۵ کبھی دو دو پہر آوارہ پھرنا — کبھی اُٹھنا تو پھر غش کھا کے گرنا
۳۸۶ یہی بس پانچ چھ اُس کے تھے ہمدرد — الم، محنت، قلق، اندوہ، غم، درد
۳۸۷ کبھی سر پیٹ لینا گاہ رونا — کبھی بے زار آپ اپنے سے ہونا
۳۸۸ کبھی حیران ہو اک سمت تکنا — کبھی بیٹھے کچھ آپھی آپ بکنا
۳۸۹ پری کو اک دوانا سا بنایا — محبت نے عجب عالم دکھایا
۳۹۰ کبھی جاتے جو دیکھے تھی کسی کو — تو اُس کو گھیر کر کہتی یہ رو رو
۳۹۱ وہ بلوچوں کا جو اک کارواں ہے — کہ جس میں ایک پُتّو نوجواں ہے
۳۹۲ جگر پر داغ میرے دے گیا وہ — متاعِ صبر و طاقت لے گیا وہ
۳۹۳ پڑی پھرتی ہوں میں ناشاد اُس بن — کروں ہوں جوں جرس فریاد اُس بن
۳۹۴ گیا وہ چھوڑ یوں مجھ ناتواں کو — کہ جیسے نقشِ پا سے کارواں کو
۳۹۵ کہیں دیکھا تو مجھ کو بھی بتا دو — پہنچ جاؤں میں کچھ ایسا پتا دو
۳۹۶ نہ اُس کا کچھ نشاں پاتی تو روتی
تڑپھتی اور بلکتی جان کھوتی

---

۳۸۸ آپھی آپ (س)، آپ ہی آپ (ک)، اپنے آپ (مط)

۳۹۴ کارواں ہو (لا، س، مط)

۳۹۵ کچھ ایسا بتا دو (لا، س)

۳۹۶ جو اُس کا کچھ (مط)، تڑپتی (لا، س، مط)

۳۹۷۔ زمیں پر جب کر نومیدی گِرا تی   تو پھر وہ ہوش میں مشکل سے آتی
۳۹۸۔ کبھی بکتی تھی کچھ پتھروں سے سرمار   کبھی پڑھتی یہ دردِ دل سے اشعار

ابیاتِ فراق[1]

۳۹۹۔ جُدائی کے کہاں تک دُکھ بھروں مَیں   اجل آتی نہیں، اب کیا کروں مَیں
۴۰۰۔ گیا تو چھوڑ کر کیدھر مجھے ہائے   کہاں جاؤں کدھر ڈھونڈھوں تجھے ملے
۴۰۱۔ کہیں پاتی نہیں تیرا پتا مَیں   نہیں پاتی کہیں تیرا پتا مَیں
۴۰۲۔ گیا یوں چھوڑ مجھ کو ہائے یُوں تو   یہ کیسی کر گیا تو ہائے یُوں تو
۴۰۳۔ ترے جانے سے مجھ میں کیا رہا ہے   رہا تھا جی سو لب پر آ رہا ہے
۴۰۴۔ مجھے آوارہ کر کے اے پری رُو!   پھنسا کیا وھاں کسی کی زلف میں تو
۴۰۵۔ کسی کی تجھ کو کیا چتوَن خوش آئی   جو تو نے مجھ سے آنکھ ایسی چھپائی
۴۰۶۔ کُھبا کس کا یہ دل میں قدو قامت   ہوئی برپا جو یہاں مجھ پر قیامت
۴۰۷۔ تجھے کافر ادا کس کی خوش آئی   جو تو نے مجھ سے کی یوں کج ادائی
۴۰۸۔ تبسّم کس کا وھاں تجھ کو خوش آیا
جو تو نے مجھ کو یہاں ایسا رُلایا

۳۹۸۔ پتھروں پہ سرمار (ک)، پتھر سے سرمار (مط)، کبھی پھرتی (مط)
۴۰۰۔ ڈھونڈوں (س، ک، لا، مط)
۴۰۱۔ ع کہیں پاتی نہیں تجکو بتائیں (مط)
۴۰۸۔ تبسم تجکو واں کس کا (مط)
[1] عنوان ندارد (ک، مط)

۴۰۹ کسی سے کیا تری ہوتی ہے شادی — جو مجھ غم ناک کی سدھ بدھ بھلادی
۴۱۰ پڑا کس لب شکر سے کام تجھ کو — ہوئی جو زندگی یھاں تلخ مجھ کو
۴۱۱ یہ وحشت سے وہ کرتی تھی تکلّم — کہ گھر میں لے گئے پھر اُس کو مردُم
۴۱۲ غرض حالت جب اُس کی ایسی دیکھی — تو سب نے بیٹھ کر یہ مشورت کی
۴۱۳ کیا غم ناک اب سستی کے غم نے — ہمیں تو مفت مارا اِس الم نے
۴۱۴ کوئی تدبیر اب ایسی ہی کیجے — اسے بیرونِ در جانے نہ دیجے
۴۱۵ سُخن سازی سے یہ حیلہ بنایا — اور اُس کو آن کر سب نے سُنایا
۴۱۶ سُن اے سستی نہ کر تو اشک باری — ذرا کر صبر، مت کر بے قراری
۴۱۷ جدھر ہے تیرے پنّو کا ٹھکانا — اُدھر کرتے ہیں ہم قاصد روانا
۴۱۸ یقیں ہے یہ کہ وہ اُس کی خبر لائیں — تو پھر یھاں اُس کو ہم جلدی سے بلوائیں
۴۱۹ بُلا کر باندھ دیں ہم عقد تیرا — کہ تا غم کا نہ ہو پھر دل پہ پھیرا
۴۲۰ تجھے خوش دیکھ چھوٹیں بے کلی سے
سہاگ آپس کے دیکھیں ہم خوشی سے

---

۴۰۹ ہوئے ہے شادی (مط)

۴۱۷ جدھر ہے تیرے پنو (ک)

۴۱۸ خبر لائے (ک)، یقین ہے کہ خبر اوس کی وہ لائیں (مط) جلدی بلائیں (مط)

۴۲۱ وے کر گوش زد یہ بات تو اب — نہ پھر آوارہ ایسے کو بہ کو اب
۴۲۲ تجھے اِس حال سے دیکھے جو وہ ماہ — مبادا دل میں آوے اُس کے اِکراہ
۴۲۳ یہ بہتر ہے کہ ہو گوشہ نشیں اب — نکلنا گھر سے کچھ اچھا نہیں اب
۴۲۴ سُنا جب وصل کا مژدہ اس آئیں — ہوئی بارے کچھ اُس کے دل کو تسکیں
۴۲۵ ہوئی خانہ نشیں کر دل میں یہ دھیان — کہ اب نکلیں گے سارے دل کے ارمان
۴۲۶ سمجھتی تھی وہ اب ہی اِس میں بہبود — خیالِ خام سے ہوتی تھی خوشنود
۴۲۷ تصور باندھ کر کہتی تھی ہر دم — ملیں گے اب کوئی دن کو وہ اور ہم
۴۲۸ مجھے اب شکل دکھلاتا ہے پُتو — کوئی دم کو یہاں آتا ہے پُتو
۴۲۹ اِنھی باتوں سے خوش کرتی تھی دل کو — ولیکن یہ نہ سمجھے تھی وہ گل رو
۴۳۰ نہ کم یہ بے کلی ہو گی کسی رنگ — دکھاوے گی محبت اور ہی رنگ
۴۳۱ گئے جو نامہ بر رخصت ہو یہاں سے — سو وہ محروم پھر آئے وہاں سے
۴۳۲ توقع پر جو تھی وہ چشم بر راہ
لگی احوال پرسی کرنے ناگاہ

---

۴۲۲ مگر آہ (ک)، اگر آہ (مط)
۴۲۳ یہ ہے بہتر کہ ہو (مط)، اچھا کچھ نہیں اب (مط)
۴۲۴ مژدہ کہ آئیں (ک)، اوس آئیں (مط)
۴۲۵ دل میں یہ دیہاں (ک، مط)، نکلے گی (ک)
۴۲۷ کوئی دن میں (مط)
۴۲۸ کوئی دن کو یہاں (مط)
۴۳۱ محروم ہی پھر (س)، تو وہ محروم (لا)

۴۳۳ انھوں نے یہ بہ ایما و اشارات — بنا کر اپنے دل سے کہہ دی اک بات
۴۳۴ خدا کے فضل سے ہے عن قریب اب — کہ تجھ سے آ ملے تیرا حبیب اب
۴۳۵ وہ اب جس مُلک میں رونق فزا ہے — سو نام اُس مُلک کا ہم نے سنا ہے
۴۳۶ کریں گے عزم جانے کا اُدھر ہم — تجھے لا دیتے ہیں اُس کی خبر ہم
۴۳۷ کٹے چندے جو اِن وعدوں میں دن رات — خبر اُس کی نہ کچھ وھاں آئی ہیہات
۴۳۸ نہ آیا آپ وہ مہرِ دل افروز — یوں ہی لیت و لعل میں کٹ گئے روز
۴۳۹ تو بحرِ عشق نے پھر جوش مارا — چلی صحرا کو کر سب سے کنارا
۴۴۰ لگی افزود کرنے اشک باری — ہوئی جوں موج دل کو بے قراری
۴۴۱ اُسے جب کوئی کچھ سمجھانے آتا — تو یہ روتی کہ بس جی ڈوب جاتا
۴۴۲ بہایا خونِ دل آنکھوں نے ایسا — کہ ہر سُو بہہ چلے لُوہُو کے دریا
۴۴۳ مژہ پر اشکِ خوں کی یہ جھمک تھی — پلک دریا ہر اک اس کی پلک تھی

ق

۴۴۴ کبھی چُپ اور کبھی رُو رُو بلکتی — بسانِ موج سر دے دے پٹکتی

---

۴۳۷ چندیں (لا)
۴۳۸ نہ آیا اب بھی وہ (مط) ۲ کٹیں گی یو ہیں لیت و لعل میں روز (مط)
۴۳۹ بہر عشق (س، لا)
۴۴۰ لگی افسردہ (مط)
۴۴۱ کہ جی پھر ڈوب جاتا (مط)
۴۴۲ ۱ بہاتی خون دل آنکھوں سے ایسا (ک، آنکھوں سے (مط)
۴۴۳ مژہ بر اشک (س)
پلک دریا = سیر چشم، فیاض، سخی، داتا، دریا دل

۴۴۵ یہ تھا بے تابیوں سے اُس کی پیدا | کہ آتی ہوں گی لہریں دل میں کیا کیا

ق

۴۴۶ زبس ڈوبی تھی وہ دریائے غم میں | نہ کچھ حالت رہی تھی اُس صنم میں
۴۴۷ یہ تھی اُس خستہ تن کو ناتوانی | کہ جب کرتی تھیں آنکھیں خوں فشانی
۴۴۸ بہا جاتا تھا یوں اُس کا تنِ زار | بہادے سیلِ دریا جوں خس و خار
۴۴۹ لگا غوطہ وہ بحرِ فکر میں آہ | نگہ ایدھر اُدھر کرتی تھی ناگاہ
۴۵۰ حس و حرکت نہ تھی کچھ تن میں اِس طور | کہ کشتی آپڑے خشکی میں جس طور

ق

۴۵۱ کہوں کیا اُس کا میں حالِ خراب آہ | وہ تھی بحرِ جہاں میں جوں حباب آہ
۴۵۲ نہ اک دم سے زیادہ تن میں تھی جان | سو وہ دم بھی کوئی دم کا تھا مہمان
۴۵۳ یہ بحرِ غم میں تھا غم اُس کے جی پر | قلق جوں ڈوبتے دم ہو کسی پر
۴۵۴ ہوئی آگے سے بھی وحشت زیادہ | چلی گھر سے نکل وہ پا پیادہ
۴۵۵ یہ صورت دیکھ کر اُس دل رُبا کی | عجب حالت تھی خویش و اقربا کی
۴۵۶ کسی نے پھاڑ ڈالا تھا گریباں
کوئی ششدر سا تھا اور کوئی حیراں

---

۴۵۱ اُس کا یہ حالِ خراب (ک)
۴۵۴ آگے سے یہ وحشت (مط)
۴۵۵ ع۲ کوئی ششدر تھا اور کوئی تھا حیراں (مط)

۴۵۷ کوئی تو دست بستہ ہو کھڑی تھی — کوئی پانووں پہ اُس کے آ پڑی تھی
۴۵۸ بہ منت سب اگرچہ آئے در پیش — نہ سمجھی پر نہ سمجھی کچھ وہ دل ریش
۴۵۹ پڑا تھا اُس کے سر پر تو خرابا — نکل بھاگی وہ گھر سے بے محابا
۴۶۰ کہوں اُس وقت کیا اُس کا جانا — کہ پھر قسمت میں تھا جیتے نہ آنا
۴۶۱ بیاباں کو گئی وہ جان بر لب — اور اپنے ہاتھ ملتے رہ گئے سب
۴۶۲ جلا کر خانۂ ناموس و عصمت — ہوئی آوارۂ دشتِ مصیبت
۴۶۳ لگی اُس کی تو اِک شعلے سے تھی لاگ — گئی گھر سے تو بَن میں بھی لگی آگ

ق

۴۶۴ قدم اُس کا جہاں پڑتا تھا اک بار — تو ہو جاتی تھی گویا نقشِ دیوار
۴۶۵ ہوئی تھی ناتواں حد سے زیادہ — لیے پھرتا تھا لیکن اک ارادہ
۴۶۶ نہ تھا آرام اُس کو دردِ دل سے — یہ پڑھتی تھی غزل وہ دردِ دل سے

غزل

۴۶۷ کہیں اپنا ترے بِن کس سے ہم درد — نہ کوئی ہم نشیں ہے یہاں نہ ہمدرد
۴۶۸ دکھا دے تو جو ٹک وہ آہوے چشم — ابھی دل سے مرے کر جائے رم، درد

---

۴۵۷ پاؤں پر (مط)

۴۶۲ ناموس عصمت (ک)، آوارہ وہ دشت مصیبت (ک)

۴۶۳ لگی اس کو تو ایک (مط)

۴۶۹ جو لکھ بھیجے تو کچھ آنے کی، اپنے ابھی مٹ جائے دل سے یک قلم درد
۴۷۰ گئے تاب و تواں و صبر دے کر دل و جان و جگر کو غم، الم، درد
۴۷۱ نہیں اب آہ دم لینے کا مقدور اُٹھے ہے دل میں ایسا دم بدم درد
۴۷۲ کوئی ہم درد بھی اپنا نہیں یہاں جو کہتے بیٹھ کر ہم وہ ہم درد

ق

۴۷۳ نہیں درد اور کچھ جس کی دوا ہو ترا ہی دل میں ہے، تیری قسم درد
۴۷۴ نہ جب تک تو دکھادیوے گا صورت کسی صورت نہیں ہونے کا کم درد
۴۷۵ نہ آیا تو، تو میں جاؤں گی شاید لیے ہستی سے تیرا تا عدم درد

مثنوی

۴۷۶ کبھی کہتی تھی یہ کیسی تباہی پڑی ہے میرے سر پر یا الٰہی
۴۷۷ یوں ہی حسرت میں اپنی جان دوں گی کہ پھر بھی جیتے جی اُس سے ملوں گی
۴۷۸ بیاباں میں وہ تھی سرگرم وحشت کہ آیا جو وہ ہیں جوش محبت

"آمدنِ پدر و مادر سعی در تجسّسِ وے و گفتنِ سخنانِ تسلی آمیز بہ وے"[1]

۴۷۹ پدر مادر جگر خستہ، دل افگار تجسّس کرتے دونوں آئے اک بار
۴۸۰ بہت کرنے لگے اُس کی تسلّی ولے اُس کا سمجھتا کچھ نہ تھا جی

۴۶۹ جو کچھ لکھ بھیجے تو آنے (ک)
۴۷۴ نہ جب لگ (ک)، ہوئیگا کم (مط)
۴۷۵ نہ آیا تو وو ہیں جاؤں گی (ک)
۴۷۸ جو اوٹھیں/ او نہیں (س، لا، مط)، جو وہیں (ک)
۴۷۹ کرتے وہ آے اک بار (ک)، کرتے آئے دونوں (مط)
۴۸۰ سمجھتا تھا نہ کچھ جی (مط)

---

[1] عنوان" آمدن ـــــ در تلاش و گفتن ایشاں سخناں تسلی آمیز بوے" (مط)

۴۸۱ اُنھوں نے اُس کی جوں جوں دل بری کی ۔ ہوئی وحشت زیادہ اُس پری کی
۴۸۲ نصیحت کی، جو وہ کرتے تھے گفتار ۔ تو اُن کی شکل سے ہوتی تھی بیزار
۴۸۳ وہ جوں جوں اُس کو کہتے تھے، نہ رُو تو ۔ زیادہ اور بہ چلتے تھے آنسو
۴۸۴ بہت اپنی سی بے تو کر چکے پر ۔ نہ سمجھی بات کچھ اُن کی وہ مُضطَر
۴۸۵ رہے آخر وہ چُپ، اپنی زباں تھام ۔ نہ آیا پر نہ آیا اُس کو آرام

آمدنِ شخصے غریب نزدِ سسی و خبر دادنِ پنوّ بہ وے کہ در فلاں شہر سکونت دارد[1]

۴۸۶ کہ ناگہ اِس میں وھاں اک شخص آیا ۔ وہ گویا مرگ کا پیغام لایا
۴۸۷ کیا مذکور یہ آتے ہی ناگاہ ۔ کہ مَیں مسکن سے ہوں پنوّ کے آگاہ
۴۸۸ دیارِ سندھ میں ہے جلوہ گر وہ ۔ ملا جو چاہے سو جاوے اُدھر کو
۴۸۹ تو بس وہ غم کشِ ہجراں جو تھی آہ ۔ مریضِ دردِ بے درماں جو تھی آہ
۴۹۰ سُرور ایسا ہوا سنتے ہی اُس کو ۔ کسی کی جوں دوبارہ زندگی ہو
۴۹۱ لگی ہونے وہ اُس کے جا کے قُربان ۔ تصدُّق ہو کے یہ کہتی تھی ہر آن
۴۹۲ عجائب بات یہ تو نے سُنائی ۔ سُنے سے جس کے تن میں جان آئی

---

۴۸۱ جوں جوں اس کی (مط)
۴۸۳ بہی چلتے تھے (ک، مط)
۴۸۵ آخر وہ جب (س، ک)
۴۸۹ تو پس وہ (س)
۴۹۰ سننے سے اس کو (لا)
۴۹۲ سنے سے تن میں جس کے (مط)

[1] عنوان: (۱) در بیانِ آمدن شخصے سیاح ۔ ۔ ۔ ۔ فلاں شہر سکونت دارد" (ک)
(۲) "آمدن شخصے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فلاں ملک سکونت دارد (مط)

۴۹۳ نہ کیوں کر تجھ پہ وارے جان ستی ۔ ترے منہ کے گئی قربان ستی

۴۹۴ ہلا تھا سندھ میں وہ کیوں کے تجھ سے ۔ یہی مذکور کر پھر پھر کے مجھ سے

۴۹۵ پدر مادر سے پھر کہنے لگی وو ۔ جو میری زیست ہے منظور تم کو

۴۹۶ کرو جلدی روانہ مجھ کو یہاں سے ۔ بہ تنگ آئی ہوں یہاں میں اپنی جاں سے

۴۹۷ اگر کچھ اور نہیں لاتی خرابی ۔ تو پھر رخصت کرو مجھ کو شتابی

۴۹۸ مرے جینے کی صورت ہے اسی شکل ۔ کہ یہاں سے وہاں پہنچ جاؤں کسی شکل

۴۹۹ مرا دل یہاں نہیں ہے، میں رہوں کیا ۔ چلا جاتا ہے جی اودھر، کروں کیا

۵۰۰ کہاں تن میں مرے تاب و تواں ہے ۔ جو کوئی سمجھے تو یہ اُس کا گماں ہے

۵۰۱ حقیقت جب کہی اُس جاں بہ لب نے ۔ تو پھر یہ مشورت ٹھہرائی سب نے

۵۰۲ یہاں مشکل ہے اس کو چین آنا ۔ بہ ناچاری کرو اودھر روانا

۵۰۳ یہ کر کے مشورت پھر قصۂ کوتاہ ۔ کر اُس کے، چند کس اشخاص، ہمراہ

۵۰۴ کیا مادر پدر نے رخصت اودھر
رکھا چھاتی پہ اُن دونوں نے پتھّر

---

۴۹۷ لاتی خرابی (س، لا)

۴۹۹ ہے میں کروں کیا (ک، جلا جاتا ہے (لا)

۵۰۲ اُدس کو چین (مط)

۵۰۳ پھر قصہ (لا)

۵۰۵ یے روتے پیٹتے پھر آئے گھر کو — گئی وہ خرّم و شاداں ادھر کو
۵۰۶ ہوا جس شکل رخصت وھاں سے ہونا — کہوں کیا میں، مجھے آتا ہے رونا

"رفتنِ سسّی بہ امیدِ وصالِ پنّو بہ طرفِ مسکنِ وے"[1]

۵۰۷ وہ سرگرمِ رہِ دشتِ فنا تھی — اجل تھی داہنے بائیں قضا تھی
۵۰۸ دلے اُس بے خبر کو کیا خبر تھی — طبیعت تھی جدھر اس کی اُدھر تھی
۵۰۹ یہ کہتی تھی کہ اب جا کر ملوں گی — گلے دیکھو تو کیا کیا کچھ کروں گی
۵۱۰ کہوں گی میں نہ کچھ، غم ضبط کر کے — نہ بولوں گی کوئی دم، ضبط کر کے
۵۱۱ کہوں گی تو یہی پہلے کہوں گی — کہ میں شاکی نہایت تم سے ہوں گی
۵۱۲ کوئی دل لے کے یہ کرتا ہے غفلت — نظر آئے بڑے تم بے مروّت
۵۱۳ کہے کوئی نہ یہ، کی تم نے جیسی — محبت یہ جتا آئے تھے کیسی
۵۱۴ جدا ہوتے ہی ربطِ دل گیا چھوٹ — وہ اظہارِ محبت تھا مگر جھوٹ
۵۱۵ یہ سچ ہے درد کیا جانیں یے بے درد — نہیں ہوتے کسی کے بے وفا مرد
۵۱۶ مجھے تو تم نے دیوانا بنایا
اور اپنا جا کسی سے دل لگایا

---

۵۰۷ سرگرم رہی دشت (مط)، بہائیں قضا (مط)

۵۱۵ جانے یہ بیدرد (ک، مط)، جانے ہے بیدرد (لا)

[1] عنوان۔ (۱) "رفتن ـــــ بہ طرف بلدۂ سندھ کہ پنو در آں جا مسکن داست" (ک)
...... (۲) "رفتنِ سسّی بہ دیارِ پنو و بازندہ نیامدن بہ دیارِ خود و ہلاک گشتنِ عاشق و معشوق و زنِ پنّو" (مط)

٥١٧ تو پھر یہ سن کے وہ کھاوے گا قسمیں — کہے گا میں بھی تھا گویا قفس میں

٥١٨ سحر سے مجھ پہ یوں کٹتی تھی تا شام — کہ جیسے مرغ تڑپھے ہے تہِ دام

٥١٩ کسی سے کیا، ترا ہوں مبتلا میں — بہ مجبوری رہا تجھ سے جدا میں

٥٢٠ ولیکن دل میں تھی ہر دم تری یاد — خدا نے سو کیا ہے آج دل شاد

٥٢١ مبدّل عیش سے اب غم کو کیجے — جو کچھ گزرا سو گزرا، جانے دیجے

٥٢٢ ندامت ہے نہایت اس کی مجھ کو — جو آئندہ ہوا ایسا تو قسم لو

٥٢٣ یہ سن کر اس سے مل جاؤں گی پھر میں — نہ شکوہ منہ پہ کچھ لاؤں گی پھر میں

٥٢٤ مزے اور عیش پھر ہوویں گے باہم — کریں گے دور دل سے کلفتِ غم

٥٢٥ دلوں سے جائے گی تاب و تبِ ہجر — کہ ہوگی صبحِ وصل، اپنی شبِ ہجر

٥٢٦ غم و درد و الم جو کچھ ہیں دل پر — سو یہ جاتے ہیں کوئی دن کو یکسر

٥٢٧ گزر جاتے ہیں ایامِ جدائی — سحر ہوتی ہے اب شامِ جدائی

٥٢٨ نہ ذرہ تھا قرار اس مہروش بن — سو پھرتے ہیں کوئی دن کو مرے دن

---

٥١٨ کٹتی تھی (مط) تڑپے (ک، لا، مط)

٥٢٢ اوسکی (ک)

٥٢٤ درد دل سے کلفت (مط)

٥٢٥ تپِ ہجر (لا، ک، مط)

۵۲۹ یہ اپنے غم میں کرتی تھی باتیں — ولیکن چرخ کی سمجھی نہ گھاتیں
۵۳۰ کہ یہ اُلٹا چلے ہے اِس لیے ہائے — کسی کا مقصدِ دل تا نہ برآئے

"رسیدنِ سسّی در شہرے کہ پنّو مسکن داشت و فرود آمدنِ اُو در محلہ و فرستادنِ انگشتریٔ خود بہ سوے وے بہ طریقِ نشان" [۱]

۵۳۱ یہی باتیں تھیں اُس کا توشۂ راہ — کہ وھاں جا پہنچی وہ بیمارِ غم آہ
۵۳۲ جہاں بزمِ طرب سے تھا وہ مالوف — سُرور و عشرت و شادی میں مصروف
۵۳۳ پہنچ اُس شہر میں ایسی خوشی کی — ہوئی جاتی تھی شادی مرگ سسّی
۵۳۴ فرود آئی جب اک جا وہ دِوانی — اُسے انگشتری بھیجی نشانی
۵۳۵ خبر پنّو کو تا ہو جائے معلوم — کہ آ پہنچی یہاں تک اب وہ مغموم
۵۳۶ نشانی بھیج کر بیٹھی یہ ناکام — کہ آیا مرگ کا بس اُس کو پیغام

"ہلاک شدنِ سسّی از شنیدنِ خبرِ شادیِ پنّو" [۲]

۵۳۷ یہ قصہ یہاں سے یوں میں نے سنا ہے — عزیزو! کیا کہوں مرنے کی جا ہے
۵۳۸ یہ بات اک شخص نے اُس کو سنا دی — مقرّر آج ہے پنّو کی شادی
۵۳۹ یہاں ہے اس کی ہم قوم اک پری زاد — سراپا ہے وہ اک حُسنِ خداداد
۵۴۰ سُنا یہ میں نے اکثر کی زبانی — نہیں اِس مُلک میں کوئی اُس کی ثانی

۵۲۹ ۱؎ یہ اپنے غم میں کرتی تھی جو باتیں (ک)، سمجھی نہ باتیں (مط)، ۵۳۱ اس کی توشہ (مط)
۵۳۲ سرور و عشرت شادی (ک)، سرور عشرت و (مط)، ۵۳۳ خوشی تھی (لا، مط)
۵۳۶ اس کو یہ پیغام (س)، ۵۳۹ اس کا ہم قوم (مط)، ۵۴۰ سنا میں نے یہ اکثر (ک)، اس کا ثانی (س)

[۱] عنوان: (۱) رسیدن ۔ ۔ ۔ ۔ بہ طریق نشانی یعنی برائے یادداشت" (ک)،
(۲) رسیدن ۔ ۔ ۔ ۔ بہ طریق نشان و شنیدن خبرِ شادی وے و ہلاک گشتنِ سسّی دراں غم" (مط)

۵۴۱ اگر دیکھو تو سر تا پا وہ محبوب — قیامت ہے خوش اندام و خوش اسلوب
۵۴۲ غرض ہے وہ پری خوباں کی سرتاج — سو پنّو کا بندھے ہے اُس سے عقد آج
۵۴۳ جوں ہی یہ بات اُس کے کان پہنچی — تو گھبرا کر لبوں پر جان پہنچی
۵۴۴ وہ باتیں راہ کی کر یاد افسوس — اور اپنی زندگی سے ہو کے مایوس
۵۴۵ اک ایسی آہ کھینچی دل پہ دھر ہاتھ — کہ بس جی چل بسا اک آہ کے ساتھ
۵۴۶ چراغِ خانۂ خوبی ہوا گُل — اُسے بادِ فنا نے کر دیا گُل
۵۴۷ ہوا ہر ایک کو اُس دم پریکھا — بہت لوگوں نے دست و پا کو دیکھا
۵۴۸ کہیں اُس میں و لیکن دم نہ پایا — تو رو رو کر قیامت غُل مچایا
۵۴۹ سب اُس کے گرد تھے نالان و دل گیر — پڑی تھی بیچ میں وہ شکلِ تصویر

ہلاک شدنِ پنّو از مردہ دیدنِ سسّی[1]

۵۵۰ ہُوا اِس کُشتۂ غم کا تو یہ حال — عزیزو! کیا کہوں اب اُس کا احوال
۵۵۱ وہ پنّو کو جو پہنچی تھی نشانی — تو گویا تھی بلائے ناگہانی
۵۵۲ اجل نے اُس کو جنبش دی جو ہیہات — اٹھا گھر سے وہ ہیں بہرِ ملاقات

---

۵۵۰ اوس کشتۂ غم (مط) کیا لکھوں (مط)

[1] عنوان "(۱) ہلاک شدنِ پنّو از دیدنِ لاشِ سسّی کہ ہلاک شدہ بود" (ک)
"(۲) ہلاک گشتنِ پنّو از مردہ دیدنِ سسّی معشوق" (مط)

۵۵۳ وہ تھا سرگرمِ راہ اِس گفتگو سے — ملوں گا جا کے اب اُس ماہ رُو سے
۵۵۴ ولیکن جب قضا نزدیک لائی — تو کانوں میں صدائے نوحہ آئی
۵۵۵ غرض پہنچا وہاں طے کر کے جب راہ — تو آتے ہی یہ دیکھا ماجرا آہ
۵۵۶ کہ ہے بے دم پڑی وہ غیرتِ حور — کرے ہیں گردِ نوحہ ایک جمہور
۵۵۷ کہے کیا، تھا ندامت سے وہ خاموش — ہوا حیران و ششدر، اُڑ گئے ہوش
۵۵۸ کسی نے جب یہ بات اُس کو جتا دی — کہ یہ غم گیں موئی سُن تیری شادی
۵۵۹ قلق ایسا ہوا اک بار اُس کو — کہ دم لینا بھی تھا دشوار اُس کو
۵۶۰ پھر اپنے سر کو دھر اُس کے قدم پر — لگا قربان ہونے اُس صنم پر
۵۶۱ کبھی وہ اٹھ کے اُس کے گِرد پھرتا — کبھی پھر آن کر قدموں پہ گِرتا
۵۶۲ کبھی تھا نوحہ گر با دیدۂ تر — کبھی وہ پیٹتا تھا سینہ و سر
۵۶۳ کبھی کہتا تھا وہ رو رو کے یہ بات — نہ دیکھی ٹک بھی میری راہ ہیہات!
۵۶۴ ہزار افسوس! کی یہ کیا خرابی
کوئی ایسی بھی کرتا ہے شتابی

---

۵۵۳ سرگرم رہ (س، لا)

۵۵۹ دم لینا ہوا دشوار (لا)

۵۶۰ پراپنے سرکو (مط)

۵۶۲ پیٹھتا (مط)

زائد: لگا پاؤں کو آنکھوں سے لگانے — لگا بیتاب ہو کر تلملانے

شعر نمبر ۵۶۰ کے بعد مطبوعہ میں ذیل کا شعر زائد ہے:

۵۶۵ ذرا بھی جیتے جی بیٹھے نہ مل کے | رہے دل ہی میں سب ارمان دل کے
۵۶۶ ہُوا خاموش پھر وہ نوحہ گر آہ | کہوں کیا بات قِصّہ مختصر آہ
۵۶۷ یہ تڑپھا وہ کہ اُس کا بھی گیا جی | فدائے راہِ جاناں ہو گیا جی
۵۶۸ ہوئے خرّم نہ با ہم عیش کر کے | وصال اُن کا ہوا تو آہ مر کے
۵۶۹ نہ دونوں نے کہی آپس میں کچھ بات | رہی موقوف محشر پر ملاقات

"وفات یافتنِ زنِ پنواز شنیدنِ خبرِ مرگِ شوہرِ خود"[1]

۵۷۰ وہ مصروفِ طرب، مہرِ زری پوش | مئے عشرت سے تھی جو مست و مدہوش
۵۷۱ سنا جو یہ بہ روزِ کد خدائی | کہ جا کر جان نوشہ نے گنوائی
۵۷۲ کیا غم نے اُسے ایسا ہی بے کل | کہ وہ شادی ہوئی غم سے مبدّل
۵۷۳ غرض پہلے تو کچھ کچھ سوچ کر کے | رہی خاموش سر زانو پہ دھر کے
۵۷۴ پھر ایسی دل سے کھینچی آہِ پُردرد | کہ بس سر تا بہ پا وہ ہو گئی سرد
۵۷۵ محبت کے جو کچھ سمجھی وہ عنوان | فدا کی عاشقوں پر اُس نے بھی جان
۵۷۶ یکایک گھر میں داویلا پڑا ہائے
ہوا شادی کا گھر ماتم سرا ہائے

---

۵۶۷ تڑپا (ک، مط)، راہ جاناں ہو گیا (ک)
۵۷۰ عشرت سے جو تھی مست (مط)
۵۷۲ شادی ہوئی غم سے (س)

[1] عنوان: (۱) "وفات یافتنِ زوجۂ پنوّ — الخ" (ک) (۲) وفات یافتنِ زنِ پنواز سمعِ واقع (کذا) جانکاہِ شوہرِ خود" (مط)

۵۷۷ـ جودھاں گاتے تھے شادی کے ترانے — لگے وہ بَین کی باتیں بنانے

ق

۵۷۸ـ فلک نے کیا کہوں کیا رنگ بدلا — ہزار افسوس ہے، کرتے تھے اُس جا
۵۷۹ـ جو تیاری شہانے پیرہن کی — لگے تدبیر میں گور و کفن کی
۵۸۰ـ نہ کچھ ہستی نے پوتے سے کہی بات — نہ ہوئی کچھ اُن زن و شو میں ملاقات
۵۸۱ـ نہ کیوں کر غم ہو اُن کی داستاں سے — گئے حسرت بھرے سب یہ جہاں سے
۵۸۲ـ غرض ہم ہیں محبت کے دِوانے — لگایا جس نے اِن سب کو ٹھکانے
۵۸۳ـ خبر اُس واقعے کی آہ سن کر — ہُوا تھا شہر میں آشوبِ محشر
۵۸۴ـ وہ اُن کی نوجوانی اور وہ صورت — کہ دیکھو تو ہر اک تھا ماہ طلعت
۵۸۵ـ محبت ہے وہ کچھ جس نے کہ ناگاہ — مِلا دیں خاک میں وہ صورتیں آہ
۵۸۶ـ محبت ہے محبت کا یہ اسلوب — نہ طالب اِس سے بچتا ہے نہ مطلوب
۵۸۷ـ محبت ہے اک آفت سے عبارت — محبت نے کیا لاکھوں کو غارت

۵۸۸ـ فقط یہ کیا محبت سے ہوا ہے
محبت نے تو کیا کیا کچھ کیا ہے

۵۷۷ـ جو وہاں گاتے (ک)، باتیں بتانے (ل،ک)،

۵۷۸ـ ع۲ کیا ان کو بہ رنگ آب گدلا (ک)،

۵۸۰ـ زن و شوہر (ک)، شوہر وزن (مط)،

۵۸۱ـ سب اس جہاں سے (ک)،

۵۸۹۔ محبت صدمۂ محشر کی آفت — محبت ہی سے ہو جاوے قیامت
۵۹۰۔ سو کر کے نظم یہ کارِ محبت — رکھا نام اِس کا "اَسرارِ محبت"
۵۹۱۔ توقع ہے کہ جو اہلِ نظر ہو — محبت سے کرے اس پر نظر دو
۵۹۲۔ کہی تاریخ یہ اِس کی بہ صنعت
عجب قصہ ہے اَسرارِ محبت

۱۱۹۷ھ

۵۹۰۔ سو کر کے یہ نظر کاری محبت (ک)
۵۹۱۔ توقع ہے جو کی اہل (ک)
۵۹۲۔ تاریخ اس کی یہ بہ صنعت (ک)

حواشیِ مقدمہ

لہ (۱) "تاریخ روہیل کھنڈ" (گلِ رحمت از محمد سعادت یار خاں نبیرۂ حافظ رحمت خاں، کی تحقیقی تدوین) از ڈاکٹر مصطفیٰ حسین خاں، ص ۵۰ - ۲۴۷، مطبوعہ ۱۹۸۶ء

(۲) شاہ اویسی نام کے کسی بزرگ نے حافظ رحمت خاں کی شہادت پر درج ذیل قطعۂ تاریخ نظم کیا:

رحمت سرشت حافظ ملک و نصیر جنگ — چوں کرد سوائے خلد ز دار الفنا سفر

روزِ شہادت ولے و تاریخ و ماہ و سال — آں روزِ سبت یازدہم بود از صفر

(۳) "گلستانِ رحمت" از مستجاب علی خاں ولد حافظ رحمت خاں، ص ۱۴۰ ایضاً (بحوالہ حاشیہ تاریخ روہیل کھنڈ، ص ۲۴۷)

(۴) تاریخ اودھ جلد اوّل از سید کمال الدین حیدر، ص ۱۴۰، نول کشور پریس لکھنؤ

(۵) "دی روہیلہ وار" از جان اسٹریچی، ص ۱۴۲

(۶) "شجاع الدولہ" (جلد دوم) از اے۔ ایل۔ شری واستوا، ص ۲۵۲

ٹہ تاریخ روہیل کھنڈ، ص ۲۰۴

ٹہ دو معاصر شاعروں جرأت اور مصحفی کے قطعاتِ تاریخ اور محمد سعادت یار خاں کے بیان کے برخلاف "حیاتِ حافظ رحمت خاں" کے مصنف سید الطاف علی بریلوی نے محبت خاں کی وفات کی تاریخ ۱۳ر صفر ۱۲۲۴ھ مطابق ۳۰ر مارچ ۱۸۰۹ء لکھی ہے (ص ۳۱۹)۔ یہی تاریخ اور سال ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب نے اپنے ایک مضمون مشمولہ "چند شعراے بریلی" میں درج کر دیا ہے۔ عبد الغفور نساخ، نواب علی حسن خاں اور حسرت موہانی نے ان کا سال وفات ۱۲۲۲ھ/۱۸۰۷ء لکھا ہے (بحوالہ 'اردو مثنوی شمالی ہند میں' از ڈاکٹر گیان چند جین، ص ۳۸۱)۔ ڈاکٹر سید محمد عقیل رضوی نے اپنے ایک مضمون "مثنوی اسرارِ محبت" (مشمولہ "نگار" اپریل ۱۹۵۵ء) میں محبت خاں کے سانحۂ ارتحال کو ۱۸۳۳ء کے بعد کا

واقعہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

۴ (۱) تاریخ روہیل کھنڈ، ص ۵۹ - ۲۵۸

(۲) حیات حافظ رحمت خاں، ص ۲۴۱

(۳) تاریخ اودھ جلد اول، از نجم الغنی، ص ۳۲۹

(۴) " پیلی بھیت میں حافظ الملک کے تمام افراد خاندان کو قید کر لیا گیا تھا" " شجاع الدولہ" از اے۔ ایل۔ شری واستوا، ص ۲۶۲

(۵) ۲۶ رمئی کو سالار جنگ کے زیر نگرانی حافظ الملک کے افراد خاندان کو الہ آباد کے قلعہ میں قید کرنے کے لیے بھیجا گیا (ایضاً، بحوالہ حاشیہ تاریخ روہیل کھنڈ)

۵ تاریخ روہیل کھنڈ، ص ۲۵۸ ـ " دی روہیلہ وار" کے مصنف جان اسٹریچی کے بیان کے مطابق محب اللہ خاں، فتح اللہ خاں اور عظیم اللہ خاں کو ۲۸ رمئی ۷۴ء ۱۷ء کو قید کیا گیا (ص ۱۰-۹) اسٹریچی نے یہ بھی لکھا ہے کہ حافظ الملک اور دوندے خاں کے افراد خاندان کو بڑی اذیتیں دے کر ظلم و تشدد کے ساتھ لشکر میں لایا گیا (ایضاً) ایک اور معاصر بیان کے مطابق ۳۰ رفروری ۱۷۷۵ء تک الگ الگ روہیلے خاندانوں کے سات سو افراد گرفتار ہوئے۔ چار سو عورتوں کو اس طرح لوٹا گیا کہ اُن کے جسم پر کپڑوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا (سولجرنگ اِن انڈیا، ص ۱۶ ـ ۲۱۵)، (بحوالہ حاشیہ تاریخ روہیل کھنڈ، ص ۲۵۹)

۶ تاریخ روہیل کھنڈ، ۳۲ ـ ۲۳۱

۷ " لال ڈانگ " گڑھوال کی پہاڑیوں کی ترائی میں سطح سمندر سے ۱۲۳۲ فٹ کی بلندی پر دو پہاڑیوں سے گھرا ہوا نہایت محفوظ مقام ہے۔ سید کمال الدین حیدر نے اس مقام کو " لاراک " لکھا ہے۔

۸ تاریخ روہیل کھنڈ، ص ۶۱ ـ ۲۶۰

۹ ایضاً، ص ۲۶۱

۱۰ ایضاً، ص ۶۲ ـ ۲۶۱

۱۱ ایضاً ـ " لال ڈانگ کے صلح نامے پر کرنل چیمپین کے بحیثیت گواہ کے دستخط ہوئے۔ اس سے کمپنی پر کوئی ذمے داری نہیں آئی مگر فیض اللہ خاں نے اسے گارنٹی کی حیثیت سے سمجھا۔ اس کے بعد جو حالات رونما ہوئے ان سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ فیض اللہ خاں غلطی پر تھا کیوں کہ اسے معلوم تھا کہ کرنل چیمپین

نے ذاتی طور پر اس صلح نامے کی تصدیق کی تھی اور اس پر جو مہر لگی تھی وہ کمپنی کی مہر کا بدل نہیں ہو سکتی" (وارن ہیسٹنگس اینڈ اودھ، ص ۱۷۶) (بحوالہ حاشیہ تاریخ روہیل کھنڈ، ص ۶۳-۲۶۲) دراصل تاریخی واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ نواب اور جنرل نے مل کر فیض اللہ خاں کے ساتھ فریب کیا۔

۱۲ تاریخ روہیل کھنڈ، ص ۶۴-۲۶۲ ـــ (۱) یہ مصالحت ۷ راکتوبر ۱۷۷۴ء کو فیض اللہ خاں اور شجاع الدولہ کے درمیان ہوئی۔ (وارن ہیسٹنگس اینڈ اودھ، ص ۴۶)

(۲) جان اسٹریچی لکھتا ہے کہ فیض اللہ خاں نے ۲ راکتوبر ۱۷۷۴ء کو شجاع الدولہ اور انگریزوں سے صلح کی (دی روہیلہ وار، ص ۵۱، ۵۰، ۴۷، ۱۴۶) بحوالہ حاشیہ تاریخ روہیل کھنڈ، ص ۲۶۰

۱۳ تاریخ روہیل کھنڈ، ص ۲۶۴

۱۴ ایضاً

۱۵ (۱) حاشیہ تاریخ روہیل کھنڈ، ص ۲۶۵ ـــ اصل کتاب میں زمانۂ وفات ماہ شوال ۱۱۸۸ھ مندرج ہے۔ (ص ۲۶۵)

(۲) سید کمال الدین حیدر نے لکھا ہے کہ نواب نے ۲۴ ر ذی قعدہ ۱۱۸۸ھ مطابق ۱۷۷۴ء کو بہ وقتِ شب انتقال کیا۔ (تاریخ اودھ، جلد اوّل، ص ۸۸) یہاں ۱۷۷۴ء کی جگہ ۱۷۷۵ء ہونا چاہیے۔

(۳) ہسٹری آف مراٹھا از جیمس گرنٹ ڈفٹ مرتبہ جے۔ پی۔ گہبا، ص ۱۱۶

۱۶ مثنوی حسن بخشی منظومۂ جرأت

۱۷ (۱) تاریخ روہیل کھنڈ، ص ۶۷-۲۶۶

(۲) دی روہیلہ وار، ص ۲۲۲

۱۸ ایضاً، ص ۲۶۹

(۲) حیاتِ حافظ رحمت خاں

(۳) دی روہیلہ وار، ص ۲۲۳

۱۹ (۱) تاریخ روہیل کھنڈ، ص ۲۷۱

(۲) چند شعرائے بریلی، ص ۱۵

(۳) حیات حافظ رحمت خاں

۲۰ــہ " اردو مثنوی کا ارتقا شمالی ہند میں" از ڈاکٹر سید محمد عقیل رضوی، ص ۱۷-۱۱۳

۲۱ــہ "تذکرۂ شعرائے اردو" از میر حسن، ص ۱۸۲

۲۲ــہ (۱) تذکرۂ گلزار ابراہیم مرتبہ کلیم الدین احمد، ص ۲۱-۲۱۶

(۲) تذکرۂ گلزار ابراہیم مع تذکرہ گلشنِ ہند مرتبہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور، ص ۳۴-۲۳۲

۲۳ــہ "مجموعۂ نغز" مرتبہ حافظ محمود شیرانی، ص ۱۶۰

۲۴ــہ (۱) تذکرۂ ہندی از مصحفی، ص ۲۳-۲۲۱

(۲) "عمدۂ منتخبہ" مرتبہ خواجہ احمد فاروقی، ص ۲۶۵

۲۵ــہ "طبقات الشعرا" مرتبہ نثار احمد فاروقی، ص ۶۵-۴۵۲

۲۶ــہ (۱) حیات حافظ رحمت خاں، ص ۲۷-۳۲۰

(۲) چند شعرائے بریلی، ص ۲۵

(۳) "بانیِ درس نظامی" از محمد رضا انصاری فرنگی محلی، ص ۱۰-۱۰۹

۲۷ــہ چند شعرائے بریلی، ص ۱۵

۲۸ــہ ایضاً

۲۹ــہ تفصیل کے لیے دیکھیے: "سودا کا ایک قلمی دیوان موسوم بہ نسخۂ جانسن" از ڈاکٹر نسیم احمد مشمولہ نقوش، لاہور، شمارہ ۳۹، ص ۳۳-۳۱۱

۳۰ــہ (۱) تذکرۂ گلزار ابراہیم، ص ۲۱-۲۱۶

(۲) تذکرہ گلزار ابراہیم مع تذکرہ گلشنِ ہند، ص ۳۴-۲۳۲

۳۱ــہ (۱) "سودا" از شیخ چاند، ص ۸-۱۰۷

(۲) مرزا محمد رفیع سودا" از ڈاکٹر خلیق انجم، ص ۴۶-۴۴۵

(۳) مقدمہ کلیاتِ سودا، جلد اوّل مرتبہ ڈاکٹر محمد حسن (یہ کتاب اصلاً نسخۂ جانسن کی مطبوعہ شکل ہے، جسے ڈاکٹر صاحب نے کلیاتِ سودا جلد اوّل کا نام دے دیا ہے۔)

(۴) مقدمہ کلیات سودا، جلد اوّل مرتبہ ڈاکٹر شمس الدین صدیقی

(۵) " سودا کا ایک قلمی دیوان" از ڈاکٹر نسیم احمد، ص ۳۳-۳۱۱

۳۲ء تفصیل کے لیے دیکھیے: " سودا کا ایک قلمی دیوان ...." از ڈاکٹر نسیم احمد

۳۳ء " تین تذکرے" تلخیص و مقدمہ از ڈاکٹر نثار احمد فاروقی، ص ۴۳۔ ۴۲

۳۴ء " سسی پنو" از پروفیسر قاضی فضل حق ایم۔اے۔ پی۔سی۔ ایس، مشمولہ " اردو"، ص ۲۰،

۳۵ء فہرست ہندوستانی مخطوطات، مخزونہ انڈیا آفس لائبریری (بحوالہ جائزہ مخطوطات اردو از مشفق خواجہ ص ۴۷۔ ۹۷۳)

۳۶ء " اردو مثنوی شمالی ہند میں"، ص ۸۲۔ ۳۸۰

۳۷ء " اردو مثنوی کا ارتقا شمالی ہند میں"، ص ۱۷۔ ۱۱۳

۳۸ء تاریخ ادب اردو از ڈاکٹر جمیل جالبی میں باقاعدہ شاعر کی حیثیت سے محبت خاں کا ذکر موجود نہیں۔ جلد دوم میں، ص ۸۸۰ و ۸۸۳ پر حسرت کے بیان میں ضمناً ان کا تذکرہ آ گیا ہے۔

۳۹ء " مثنوی اسرارِ محبت" (سسی پنو کا قصہ) از سید مسعود حسن رضوی ادیب مشمولہ اردو، ۱۹۳۱، ص ۶۸۔ ۴۵۹

۴۰ء (۱) تذکرہ گلزار ابراہیم، ص ۲۱۔ ۱۶۴

(۲) تذکرہ گلزار ابراہیم مع تذکرہ گلشنِ ہند

۴۱ء مثنوی اسرار محبت کے تمام قلمی نسخوں میں " جھنگ سیال" ملتا ہے اور مطبوعہ نسخے میں اسے " جنگ سیال" کر دیا گیا ہے۔

کتابیات

(۱) "اردو مثنوی شمالی ہند میں" از ڈاکٹر گیان چند جین

(۲) "اردو مثنوی کا ارتقا شمالی ہند" از ڈاکٹر سید محمد عقیل رضوی، مطبوعہ اتر پردیش اردو اکادمی

(۳) "بانی درس نظامی مُلّا نظام الدین محمد فرنگی محلی" از محمد رضا انصاری فرنگی محلی، نامی پریس، لکھنؤ ۱۹۷۳ء

(۴) "تاریخ ادبِ اُردو، جلد دوم از ڈاکٹر جمیل جالبی، مجلس ترقیِ ادب، لاہور، طبع دوم ۱۹۸۷ء

(۵) تاریخ اودھ" از سید کمال الدین حیدر، مطبع نول کشور، لکھنؤ

(۶) "تاریخ اودھ" جلد دوم از نجم الغنی، مطبع نول کشور، لکھنؤ ۱۹۱۹ء

(۷) "تاریخ روہیل کھنڈ" از ڈاکٹر مصطفیٰ حسین خاں، ۱۹۸۶ء

(۸) "تنقیدی حاشیے" از پروفیسر مجنوں گورکھپوری، ۱۹۴۵ء

(۹) "تذکرہ مخزنِ نکات" از قیام الدین چاند پوری، مرتبہ ڈاکٹر اقتدا حسن، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۶ء

(۱۰) "تذکرہ مخزنِ نکات" از قیام الدین قائم چاند پوری، اتر پردیش اردو اکادمی، ۱۹۸۵ء

(۱۱) "تذکرہ میر حسن" از میر حسن، اتر پردیش اردو اکادمی، ۱۹۸۵ء

(۱۲) "تذکرہ ہندی" از غلام ہمدانی مصحفی، اتر پردیش اردو اکادمی، ۱۹۸۵ء

(۱۳) "تذکرہ سرور" (عُمدۂ منتخبہ) مرتبہ خواجہ احمد فاروقی، دہلی یونیورسٹی، ۱۹۶۱ء

(۱۴) "تذکرہ قاسم" (مجموعۂ نغز) مرتبہ حافظ محمود شیرانی، ترقی اردو بورڈ، ۱۹۷۳ء

(۱۵) "تذکرۂ قدرت" (طبقات الشعرا) مرتبہ نثار احمد فاروقی، مجلس ترقیِ ادب لاہور، ۱۹۶۸ء

(۱۶) "تذکرۂ گلزارِ ابراہیم" مرتبہ کلیم الدین احمد

(۱۷) "تذکرۂ گلزارِ ابراہیم" مع تذکرۂ گلشنِ ہند مرتبہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور، مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۳۴ء

(۱۸) "تنقیدی حاشیے" از پروفیسر مجنوں گورکھ پوری

(۱۹) "تین تذکرے" تلخیص و مقدمہ از ڈاکٹر نثار احمد فاروقی

(۲۰) "جائزۂ مخطوطاتِ اُردو" از مشفق خواجہ، مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور، طبع اوّل

(۲۱) "حیات حافظ رحمت خاں" از سید الطاف علی بریلوی، نظامی پریس بدایوں، ۱۹۳۳ء

(۲۲) "چند شعرائے بریلی" از ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب، مرکز ادب اردو، لکھنؤ، ۱۹۷۶ء

(۲۳) "دی روہیلہ وار" از سر جان اسٹریچی (انگریزی)

(۲۴) "شجاع الدولہ" از اے۔ ایل۔ شری واستوا (انگریزی)

(۲۵) "سودا" از شیخ چاند، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۶۳ء

(۲۶) "کلیاتِ جرأت" مرتبہ ڈاکٹر اقتدا حسن

(۲۷) "کلیاتِ سودا" جلد اوّل مرتبہ ڈاکٹر محمد حسن

(۲۸) "کلیاتِ سودا" جلد اوّل مرتبہ ڈاکٹر شمس الدین صدیقی، مجلس ترقی ادب، لاہور

(۲۹) "مرزا محمد رفیع سودا" از ڈاکٹر خلیق انجم

(۳۰) "مثنوی اسرارِ محبت" مطبوعہ بیت السلطنت، لکھنؤ

(۳۱) "نکات مجنوں" از پروفیسر مجنوں گورکھ پوری، کتابستان الہ آباد، ۱۹۵۷ء



مضامین

(۱) "سسی پنو" از پروفیسر قاضی فضل حق ایم۔ اے۔ پی۔ سی۔ ایس مشمولہ "اردو" شمارہ اکتوبر ۱۹۹۳ء

(۲) "مثنوی اسرارِ محبت" از پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب، مشمولہ "اردو" شمارہ جولائی ۱۹۳۱ء

(۳) "مثنوی اسرارِ محبت" از ڈاکٹر سید محمد عقیل رضوی، مشمولہ "نگار" لکھنؤ شمارہ اپریل ۱۹۵۵ء

(۴) "سودا کا ایک قلمی دیوان" موسوم بہ نسخۂ جانسن" از ڈاکٹر نسیم احمد، مشمولہ "نقوش" لاہور شمارہ ۳۹

مخطوطات

(۱) "مثنوی اسرارِ محبت، مخزونہ کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

(۲) "مثنوی اسرارِ محبت"، مخزونہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو، کراچی، پاکستان

(۳) "مثنوی اسرارِ محبت" (مشمولہ کلیاتِ محبت) مخزونہ کتب خانہ ایشیاٹک سوسائٹی، کلکتہ

(۴) "مثنوی اسرارِ محبت" مخزونہ سر سالار جنگ میوزیم

(۵) "مثنوی اسرارِ محبت" مخزونہ رضا لائبریری، رام پور

(۶) "مثنوی اسرارِ محبت" نسخۂ ڈاکٹر سید محمد عقیل رضوی (الہ آباد)

ISBN-81-7160-074-3